

اِنَّ اِلٰهَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّمَا وَاحِدٌ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۚ اِنَّ اِلٰهَهُمْ
ہے رب کی راہ کی مشرف بلاد داناں اور دل داری سے (عمل ہو)

سُرُودِ اَسْرَد

(مجموعہ مواعظ)

ابن مسعودی و ملت
الوالسٹر محمد مسرور احمد



ادارہ مسعودیہ، ۶/۲، ۵-ا، ناظم آباد، کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان

۶۲۰۰۰/۵۱۲۲۰

عَلَى سَبِيلِ بَيْتِكَ يَا حَكِيمًا أَلْفِي وَعَظْمِي لِحَسَنَتِكَ
رب کی راہ کی شرف بلڈ ڈانائ اور دل دہری سے، اگل، ۱۲۵

سُرُودِ اَمْرُود

(مجموعہ مواعظ)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ
ابوالشور محمد مسرور احمد

۱۹۶۱ء

ادارہ مسعودیہ، ۶/۲، ۵-۱، ناظم آباد، کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۲۲۰ھ / ۲۰۰۰ء

حقوق طباعت بحق ادارہ محفوظ ہیں

سرور المسرور	کتاب
ابوالسرور محمد مسرور احمد	مصنف
سید شعیب افتخار علی (جیلانی پرنٹ انٹرپرائزر، کراچی)	حروف ساز
حاجی محمد الیاس	طابع
۱۳۲۰ھ / ۲۰۰۰ء	طباعت
اول	اشاعت
رنیل پریس، کراچی	مطبع
ادارہ مسعودیہ، کراچی	ناشر
ایک ہزار	تعداد
۳۰ روپے	قیمت

ملنے کے پتے

- ۱- ادارہ مسعودیہ، ۲/۶، ۵-ای، ناظم آباد، کراچی
- ۲- مختار پبلی کیشنز، ۲۵ چلپان مینشن، ریگیل، صدر، کراچی
- ۳- مکتبہ رضویہ، عقبہ آرام باغ، کراچی
- ۴- ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- ۵- مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ، لاہور

۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرف آغاز

یہ تقاریر و مواضع مرشدی و والدی مسعود ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی رہنمائی میں گزشتہ تقریباً دس بارہ سال کے دوران لکھے گئے۔ اور مختلف کتب درساں سے بھی استفادہ کیا گیا۔ احباب کی خواہش تھی کہ ان کو افادہ عام کے لئے کتابی صورت میں مرتب کر کے شائع کیا جائے۔ الحمد للہ یہ کام بھی ہو گیا۔ اب یہ تقاریر و مواضع آپ کے سامنے ہیں۔ ایک ہی موضوع کے مواضع کو حروف احمد لگا کر جدا کر دیا گیا ہے۔ یہ تقاریر و مواضع مختلف مواقع کے لئے لکھے گئے تھے مثلاً عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، یوم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، امام احمد رضا کانفرنس، عرس جد امجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ وغیرہ وغیرہ۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس سے استفادہ فرما کر فقیر کو یاد رکھیں گے اور اپنی دعاؤں سے فراموش نہ فرمائیں گے۔

مولائے کریم فقیر کو لاش از پیش مسلک الملہ سنت و جماعت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

احقر محمد مسرور احمد علی عہد
 ۷-ای، پی-ای-سی-ایچ سوسائٹی
 کراچی-۵۳۰۰
 (اسلامی جمہوریہ پاکستان)

ترتیب

صفحہ	حصہ اول
۵	۱- علی عظیم
۱۱	۲- تنظیم و تائید
۱۸	۳- رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۱	۴- معجزہ شق القمر
۲۳	۵- ریح ذکر
۲۶	۶- احسان باری تعالیٰ
۳۶	۷- اللہ کا نور
حصہ دوم	
۵۲	۸- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۰	۹- اللہ کے ولی
۶۳	۱۰- ارشادات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ
۶۶	۱۱- وسیلہ
۷۸	۱۲- توحید حجت
۸۳	۱۳- تنظیم شعائر اللہ
۸۶	۱۴- حضرت نوح علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸۹	۱۵- صادقین
۹۳	۱۶- عالم کبر شخصیت
۹۹	۱۷- تحریک پاکستان پر فکر شاہ کے اثرات
۱۰۳	۱۸- امام احمد رضا اور حضرت نقشبندیہ
حصہ سوم	
۱۰۷	۱۹- انکسار عمل
۱۱۶	۲۰- علم اور انسان
۱۲۲	۲۱- انسان انسان کا بھائی
۱۲۶	۲۲- حضور گزر
۱۳۵	۲۳- سنی و اجدود چہرہ

(۱)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
 اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(الف)

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقِ عَظِيمٍ: (سورہ نجم: ۴)

ترجمہ: اے محمد ﷺ تم اخلاق کی بڑی بندہ یوں پر ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ سارا قرآن اخلاق محمدی کا آئینہ ہے۔۔۔ یعنی آپ کی سیرت قرآن کریم کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔۔۔ ایک طرف قرآن کو دیکھئے اور دوسری طرف آپ کی سیرت و صورت کو دیکھئے۔۔۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور آغاز نبوت سے آخری وقت تک کم از کم ۲۳ برس آپ کی خدمت اقدس میں رہے تھے، ایک دفعہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے آپ ﷺ کے اخلاق و عادات کی نسبت سوال کیا آپ نے فرمایا:۔
 ”آپ خندہ جبین، نرم خو، مہربان، طبع تھے، سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔۔۔ کوئی ایسی بات ہوتی جو آپ کو اپنہ ہوتی تو اس سے چشم پوشی فرماتے تھے۔۔۔ کسی کو برا نہیں کہتے تھے، کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے، کسی کے اندرونی حالات کی لوجھ میں نہیں رہتے تھے۔ کوئی باہر کا آدمی اگر بے باکی سے مہنگو کرتا تو آپ تحمل فرماتے۔ جب تک لالے والا چپ نہ ہو جاتا آپ اس کی بات درمیان میں سے نہیں کاٹتے تھے۔۔۔“

اخلاق ایک ہمہ گیر خوبی ہے، دوست و دشمن، عزیز و بیگانہ، چھوٹے بڑے، امیر و غریب، صلح و جنگ، خلوت و جلوت، غرض اخلاق کی وسعتوں میں یہ سب سائے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔
آپ کی مبارک زندگی میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن سے آپ کی اخلاقی بلندیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ میں یہاں چند واقعات پیش کروں گا۔

۱- تبلیغ دین کے لئے آپ طائف تشریف لے گئے تو وہاں بازار میں کفار و مشرکین نے آپکو پتھر مارنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ آپ لہو لہان ہو گئے۔ لیکن آپ نے طائف والوں کے لئے بڑا ٹانگہ نہ کی اور یہی فرمایا میں اللہ کی مخلوق کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں، مصیبت بن کر نہیں۔

۲- مکہ والوں نے آپ پر طرح طرح کے ظلم و ستم کئے یہاں تک کہ آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا۔ آپ اور آپ کے خاندان والے گھ آکر پہاڑ کی گھاٹی میں چلے گئے۔ جہاں تین سال بڑی مصیبت میں گزارے۔ آپ کے ساتھیوں نے اس مصیبت کے وقت درختوں کے سوکے پتے تک کھائے۔ لیکن حج کہہ کے مویج پر جب پورے مکہ پر آپ کی حکمرانی تھی آپ نے اپنے تمام دشمنوں کو معاف کر دیا اور کسی سے ذرہ برابر بدلا نہیں لیا۔

یہی قصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمان

اخوت کی جہاں گیری محبت کی فراوانی

۳- سراقہ بن جحشم جو آپ کی جان لینے کے لئے آیا تھا جب اس کی جان آپ کے قابو میں آئی تو آپ نے اس کو معاف کر دیا اور معافی مانگنے کے ساتھ ان نامہ بھی اس کو لکھ کر دے دیا تاکہ کوئی مسلمان اس کو نہ مارے۔

۴- ایک بوڑھی عورت جب آپ گلی سے گزرتے تو آپ پر گھر کا کوڑا پھینکا کرتی تھی ایک دو روز اس نے کوڑا نہ پھینکا تو آپ نے پوچھا بوڑھی عورت کا کیا حال ہے۔

۷

لوگوں نے بتایا کہ وہ مارے۔ آپ اس کی مزاج پر سی کے لئے اس کے گھر گئے۔ آپ کی عادت تھی کہ سب سے پہلے آپ سلام کرتے، جب ملتے مسکرا کر بات کرتے، مصافحہ کرتے تو خود ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک کہ ملنے والا ہاتھ نہ چھوڑتا، آپ خود بات ختم کر کے بیٹھ نہیں پھیرتے تھے، جب ملنے والا بات ختم کر کے سلام کر کے چلا جاتا پھر آپ جاتے۔ آپ سراپا اخلاق تھے۔ آپ اخلاق کا حسین پیکر تھے۔

اخلاق کا سب سے مقدم اور ضروری پہلو یہ ہے کہ انسان جس کام کو اختیار کرے اس پر استقلال کے ساتھ قائم رہے۔ آنحضرت ﷺ اپنے تمام کاموں میں اسی اصول کی پابندی فرماتے تھے، جس کام کو جس طریقہ سے جس وقت آپ نے شروع فرمایا اس پر برابر سختی کے ساتھ قائم رہتے تھے۔ آپ کا ہر کام ہمارے لئے سنت بن گیا۔۔۔۔۔

آج ہماری پستی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم اخلاقِ محمدی سے محروم ہو گئے، ہم نے دشمنوں کی عادتیں اپنائیں اور حضور اکرم ﷺ کی ساری عادتیں چھوڑ دیں۔ اگر ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق کو اختیار کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم دنیا میں سر بلند نہ ہوں اور ساری دنیا ہمارے قدموں پر نہ جھک جائے۔۔۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم حیرے ہیں

یہ جہاں چڑ ہے کیا لوحِ دلہم حیرے ہیں

وَمَا عَلَيْنَا بِالْبَلَاغِ



نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(ب)

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ : (سورہ قلم، آیت نمبر ۴)

ترجمہ :- اور بیشک محمد ﷺ تم اخلاق کی بڑی بلند یوں پر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے کرم سے ہر چیز سے حساب عطا فرمائی ہے۔ خلق بھی وہ عطا فرمایا جس کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔ خلق وہ مسکرا، نساہت سے یعنی انسان کی وہ خوبی ہے جس کو یہ خوبی حاصل ہو جائے اس کے لئے ایسے کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ عام طور پر اخلاق ہند سے شخصیت کو عظمت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہاں اخلاق حسہ کو حضور انور ﷺ سے عظمت حاصل ہوئی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور بیشک محمد ﷺ تم اخلاق کی بڑی بلند یوں پر ہو۔

عظیم اس کو کہتے ہیں جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہو۔ آپ کا علم اور آپ کا اخلاق اتنا عظیم ہے کہ کوئی انسان اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ حضرت مائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب حضور انور ﷺ کے خلاف بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

”مگر رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن پاک ہے۔“

(مسلم شریف، جلد اول، صفحہ ۲۵۶)

یعنی قرآن نے جس کو ناپسند قرار دیا وہ طبعی طور پر آپ کو ناپسند تھا۔ جس کو پسندیدہ قرار دیا وہ طبعی طور پر آپ کو پسند تھا۔ اسی لئے جس نے آپ کی زیارت نہ کی وہ قرآن کی زیارت کر لے اور آپ کی زیارت سے شرف ہو جائے۔ قرآن کریم آپ کے ظاہر و باطن کا عکس جمیل ہے۔ جس طرح قرآن میں گمراہیاں ہیں اسی طرح آپ کے خلق میں بھی گمراہیاں ہیں اس کی تہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ قرآن کریم میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ آپ کے کلام میں بھی دنیا بھر کی ساری اچھائیاں موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا:

”مجھے بجز بین اخلاق کی تھمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔“

اس میں شک نہیں آپ کی تعلیم و تربیت نے معاشرے میں انقلاب برپا کر دیا۔ جس طرح آفتاب سے دنیا کی ظاہری تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔ آپ کے اخلاق حسہ سے انسان کی باطنی تاریکیاں چھٹ گئیں، لگری، علمی، اخلاقی، معاشی ہر قسم کی پرگندگی ختم ہو گئی۔ آپ کے خلق عظیم کا دائرہ بہت وسیع ہے، بہت وسیع۔ عموماً درگزر، مہربان، شجاعت و استقامت، جود و سخا، عدل و انصاف، صداقت و امانت، مساوات و حسن معاشرت، سادگی و انصاری، احسان مندی، حوصلہ افزائی اور سب ہی کچھ اس دائرے میں موجود ہے۔ یہاں تک کہ کمال پیش کر کے اپنی تقریر ختم کروں گا۔

۱- جب یہ آئے کریمہ نازل ہوئی

خَلَدَ الْعَفْوُ وَأَمْرًا بِالْعُرْفِ وَأَعْرَضَ عَنِ الْجَاهِلِينَ (سورہ اعراف: ۱۹۹)

ترجمہ :- اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو، اور بھلائی کا حکم دو، اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔ قرآن کی رو سے جاہل وہ ہے جس کو درگزر کی عظمت اور نیکی کی اچھائی کا اندازہ نہ ہو۔ اس طرح بہت سے بڑے لکھے بھی جاہل ملیں گی، جو بڑے لکھے ضرور ہیں لیکن معاف کرنا اور نیکی کرنا جانتے ہی نہیں۔ اسلام کی نظر میں عالم وہ ہے جو اللہ اور رسول کے حکم پر اپنا سر جھکا دے، اور جاہل وہ ہے جو سر کٹھی دسرتالی کرے۔

جب یہ آئے کریمہ نازل ہوئی تو حضور انور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس کا مفہوم دریافت فرمایا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا:

”آپ کو بہترین اخلاق عطا کئے گئے ہیں۔ جو آپ سے قطعہ تعلق کرے اسے اپنے ساتھ ملائیں، جو آپ کو نہ دے اسے عطا کریں، جو آپ پر ظلم کرے اسے آپ معاف کر دیں۔“

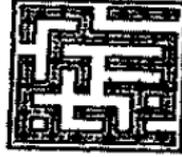
حضور انور ﷺ نے روشنی دانوں کو ساتھ ملایا، نہ دینے والوں کو بہت کچھ عطا فرمایا، جنہوں نے آپ پر پے در پے ظلم کئے ان کو آپ نے معاف کر دیا ہے تک آپ اخلاق کی بندگیوں پر فائز ہیں۔

آپ نے اخلاق کو اس باندی تک پہنچایا کہ اس باندی تک پہنچنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی یہ توفیق عطا فرمائے جو عزیز اور رشتہ دار ہم سے تعلق توڑیں ہم حضور انور ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ان کو اپنے ساتھ ملائیں اور جو ہم کو کچھ نہ دے ہم تاجدار دو عالم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ان کو ہمیشہ دیتے رہیں، اور جو ہم پر ظلم کریں ہم رحمت عالم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ان کو معاف کر دیں اور اس کے عوض اللہ اور رسول کی خوشنودی حاصل کریں۔ آمین

یہ مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی

اخرت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



۱۱

(۲)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(الف)

وَتَعَزَّزُوهُ وَتَوْقِرُوهُ ————— (سورۃ الحج: ۹)

ترجمہ: اور رسول کی تعظیم و عزم کر دو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی تعظیم کا حکم دیا ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس لئے آپ کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ سچ پوچھنے تو ایمان کا دار و مدار ہی رسول اکرم ﷺ کی تعظیم پر ہے۔

تعظیم کے معنی ہیں قول و فعل سے کسی کی بڑائی ظاہر کرنا۔۔۔۔۔ تعظیم کے چار درجے ہیں سب سے اعلیٰ درجہ سجدہ ہے۔ اس کے بعد رکوع پھر دوڑنا تو ٹٹھکا پھر کھڑا ہونا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے کو اعلیٰ درجہ کی تعظیم یعنی سجدہ کا حکم دیا لیکن اس نے اس سجدہ سے انکار کر دیا اور ہمیشہ کے لئے مردود ہوا غور فرمائیں کہ جب اعلیٰ درجہ کی تعظیم سے انکار کر لے والا مردود ہوا تو جو چھوٹے درجہ کی تعظیم یعنی حضور اکرم ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے سے انکار کرے تو اس کا کیا حال ہوگا!۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام اور ایسے کے واقعہ کو ساکت جگہ تفصیل سے بیان کیا۔ اس قصہ کو بار بار ذکر کرنے کا مقصد یہی ہے کہ نبی کی تعظیم سے انکار کرنے والا اللہ کی نظر میں مردود اور مغضوب ہے۔ نبی

کی تعظیم و تکریم سے انہیں مشرک نہیں ہو تا جبکہ اگر مشرک ہو تو تعظیم کے فیض سے مومن ہو جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب جادو گر آئے تو انہوں نے اتنا آپ کا ادب کیا اور یہ پوچھا پہلے آپ اپنا عصا ڈالیں گے یا ہم اپنی رسیاں ڈالیں صرف اتنی تعظیم سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سب جادو گروں کو مسلمان کر دیا۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو کیسا ادب سکھایا۔ ایک جگہ فرمایا :-

۳۳ اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھنا۔

اور ایک جگہ فرمایا :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

”اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرنا اور ان کے سامنے چلا کر بات نہ کرنا۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلائے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔“

آپ نے ملاحظہ فرمایا، صرف حضور اکرم ﷺ کے سامنے چلا کر بات کرنے سے مسلمان مردود ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا :-

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ (النور ۶۳)

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر اس طرح نہ پکارا کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔۔۔۔۔“

قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جس میں حضور اکرم ﷺ کی تعظیم کا ذکر کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کی مبارک محفل میں بیٹھنے والے صحابہ کرام تھے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی کیسی تعظیم کرتے تھے اور کیا احترام کرتے تھے۔

۱- ”حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ وضو فرماتے تو وضو کا مستعمل پانی ٹھہر کر تیرک لینے کے لئے صحابہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور جب آپ کی مجلس میں بیٹھتے تو آنکھ کھر کھر کر نہ دیکھتے، نیچی نظریں کئے بیٹھے رہتے۔“

۲- ”اسی طرح حضرت صحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کے وضو کا مستعمل پانی ایک گھن میں لائے تو صحابہ دوڑ پڑے اور سب نے پانی لے لے کر اپنے پیر سے پر ملا اور جو نہ مل سکا اس نے دوسرے صحابی کے ہاتھ کی تزی کو چھو لیا۔“

۳- حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کے ارد گرد گھیرا ڈالے ہوئے ادب سے سر جھکانے اس طرح بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

۴- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک روز حضور اکرم ﷺ اپنے بال ہوار ہے تھے صحابہ کرام زمین پر گرنے سے پہلے ایک ایک بال اپنی ہتھیلیوں پر لے لیتے تھے۔

آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کی کیسی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضور اکرم ﷺ آج بھی ہمارے سامنے ہوں تو ہم ایسی ہی تعظیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ایسی بات ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتی۔ عاشق کی نظر میں محبوب کا سامنے ہونا یا نہ ہونا ایک ہے۔ ذرا غور فرمائیں حبیب اللہ شریف ہماری لگا ہوں سے او جمل ہزاروں میل کے فاصلے پر ہے

لیکن پھر بھی ہم نہ اس طرف تھوکتے ہیں اور نہ پیر کرتے ہیں۔ حضرت سائب بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھا رہا ہے، نماز پڑھاتے پڑھاتے قبلہ کی طرف تھوک دیا، حضور اکرم ﷺ ملاحظہ فرمادے تھے، جب وہ نماز سے فارغ ہوا

تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، صحابہ نے پھر بھی اس کے پیچھے

نہا نہیں پڑھی۔ آپ نے غور فرمایا کہ جب کعبہ کی طرف تھوکنے والا حضور اکرم ﷺ کی نظر میں ہمیشہ بیٹھ کے لئے مرد ہو گیا تو جو شخص کعبے کے کعبے حضور اکرم ﷺ کی شان میں بے لوثی اور کسبائی کرے تو اس کا کیا حال ہو گا؟۔ جس طرح کعبہ کی بے حسی کرنے والا امامت کے لائق نہیں اس طرح کعبے کے کعبے کی بے حسی کرنے والا بھی امامت کے لائق نہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم تو کرنی ہی کرنی ہے۔ جن چیزوں سے آپ کو نسبت ہے ان کی بھی تکریم مسلمان ر فرض ہے اور یہ بات اللہ جبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائی کہ جس کے دل میں محبت اور غلوس ہو گا وہی ایسی چیزوں کی تعظیم کرے گا اور جو تعظیم کرے گا وہ صلہ پائے گا۔ صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی چادر مبارک، پیرہن مبارک، باخون مبارک اور موئے مبارک کو جان سے لگا کر رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ جب دنیا سے جاسے تو یہ تبرکات اپنی قبروں میں ساتھ لے کر جاتے۔ چنانچہ (۱) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کے مطابق اس قسم کے تبرکات ان کے جسم مبارک کے ساتھ دفن کئے گئے۔ (۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ منبر شریف پر جہاں حضور اکرم ﷺ بیٹھے تھے آپ اس جگہ ہاتھ بچیر کر چرسے پر ل لیا کرتے تھے۔ (۳) حضرت امام ہانک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دینے شریف میں کسی جانور پر سواری نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ جس زمین میں سرکارِ دو عالم ﷺ آرام فرما رہے ہیں اس زمین کو اپنے جانوروں کے سموں سے روندوں۔ یہ تو صحابہ کرام اور تابعین کے ادب کا حال تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے حال میں لکھا ہے کہ وہ اپنے ملازم کو جس کا نام محمد تھا غیر وضو کے آواز نہیں دیتا تھا حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو جو کچھ ملا حضور اکرم ﷺ کی محبت اور تعظیم سے ملا اور اب بھی جو کچھ لے گا محبت اور تعظیم و تکریم ہی سے لے گا۔۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چڑھے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

نُحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(ب)

وَتُعَزَّرُوهُ وَتُوقِّرُوهُ (الفتح: ۹)

ترجمہ:- اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا ہے اس سے آپ کے بلند مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ نہ صرف ہم کو حکم دیا بلکہ قرآن کریم میں خود بوی محبت اور بڑے پیار سے آپ کا ذکر فرمایا ہے۔

آپ کا آنا ایک عام انسان کا آنا نہ تھا، اللہ کے محبوب کا آنا تھا، ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا آنا تھا، عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبریوں کا آنا تھا، غریبوں کی تناسوں کا آنا تھا، مظلوموں کی آرزوؤں کا آنا تھا، اندھیریوں میں روشنی کا آنا تھا۔

اسی لئے قرآن کریم میں آپ کی آمد کا اس طرح ذکر فرمایا:

وَالسَّحَابِ وَالطَّارِقِ وَمَا أُنزِلَتْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالنَّجْمِ الثَّاقِبِ (سورہ طارق: ۱-۳)

”قسم ہے رات کو آنے والے کی، تم کیا جانو وہ رات کو آنے والا کون

ہے؟۔ اے وہ چمکتا تارا ہے۔“

مکہ مکرمہ میں جب ظہور قدسی ہوا، آسمان پر ایک تارا غم و دوار ہوا۔ ہزاروں سال سے جس کا انتظار تھا، جب ایک راہب نے دیکھا تو وہ اپنا کپڑا پر چڑھ کر چلانے لگا۔

”لوگو! ہزاروں سال سے جس رسول کا انتظار تھا وہ ظاہر ہو چکا ہے،

دیکھو دیکھو آسمان پر اس چمکتے تارے کو دیکھو!“

اسی لئے قرآن کریم آپ کی قسم کھاتے ہوئے کہتا ہے:

وَالْفَجْمِ إِذَا هَوَىٰ (سورہ نجم: ۱)

”قسم ہے اس تارے محمد ﷺ کی جب وہ آسمان سے زمین پر اترے۔“
اللہ تعالیٰ کو آپ کی نسبت سے آپ کے والدین سے بھی پیار ہے۔ اتنا پیار کہ جہاں آپ کی قسم کھائی ہے وہاں ان کی بھی قسم کھائی ہے۔
اور ایک جگہ یوں فرمایا:-

وَوَالِدِيَّ وَمَا وَلَدَا (سورہ بقرہ: ۳)

اور تمہارے باپ اور اہم علیہ السلام کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔
پھر جس شہر مقدس میں حضور انور ﷺ کا ظہور ہوا، جہاں آپ کا جنم گزارا، جہاں آپ کی جوانی گزری، جہاں آپ پر وحی نازل ہوئی، جہاں آپ نے اعلان نبوت فرمایا ہاں اس شہر مبارک کو یہ وقار ملا کہ اللہ نے اس کی قسم فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے:
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ وَأَنْتَ حَبِطًا ۚ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ (سورہ بقرہ: ۱-۲)
ترجمہ: ”ہمیں قسم ہے اس شہر کی اسے محبوب تم جو اس شہر میں چلے پھرتے ہو“

خبر فرمائیں کہ جب اس شہر مقدس کا یہ مقام ہے تو سرکارِ دو عالم ﷺ کا کیا مقام ہوگا؟
اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ سے بڑا ہی پیار ہے۔ آپ کے روشن چہرے اور اس کھنڈے پر پتھری ہوئی کالی کالی زلفوں کا اس طرح ذکر فرمایا:-

وَالضُّعْفَىٰ ۚ وَالْكَفَىٰ ۚ إِذَا مَسَّحَىٰ ۚ (سورہ الضحیٰ: ۱-۲)

”قسم ہے اس روشن دن کی اور قسم ہے اس اندھیری رات کی جب وہ چھا جائے۔“
یعنی قسم ہے اس چہرہ زیبائی اور قسم ہے اس زلف سیاہ کی جب وہ اس گورے کھنڈے پر پتھر جائے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!

آپ کے چہرہ انور کی جب یہ شان ہے تو آپ کے سینہ مبارک کی کیا شان ہوگی۔ اس کی شان یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو علوم باکان و مایکون کا مقنن بنا دیا۔ اس مبارک سینے کے لئے فرمایا:
أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (سورہ الانشراح: ۱)
”اے محبوب کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا؟“

۱۷

جس مبارک سینہ کو اللہ نے کشادہ کیا ہو اس کی دستوں کا کیا عالم ہوگا!۔ جو اس مبارک سینے سے لگ گئے ان کے سینے ایسے کھلے کہ علوم و معارف کے دریابنے لگے بھر جنہوں نے اس مبارک سینہ کی یاد کو دل سے نکا کر رکھا ان کے سینے سے علوما و معارف کے خشے ایلنے لگے۔
حضور انور ﷺ کی پاک زندگی بے عیب تھی، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بے عیب زندگی کی یوں تعارف کرایا:

مَاضِلٌ صَاحِبِكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ (سورہ نجم: ۳-۲)

”مسلمانو! یہ تمہارے دماغ، یہ تمہارے خنوار، نہ گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ ہوئے۔ وہ جو کچھ بولتے ہیں ہمارے ہی تلوآنے سے بولتے ہیں۔“
بلاشبہ آپ کی مقدس زندگی صراطِ مستقیم کی لٹکانی ہے اور اس لائق ہے کہ اس کی قسم کھائی جائے۔ خود اللہ تعالیٰ آپ کی قسم فرما رہا ہے۔
”اے محبوب! تمہاری قسم، تمہاری زندگی کی قسم۔“

ہاں اس حسین و خوبصورت محبوب کی یہ شان نہیں کہ اس کو عام لوگوں کی طرح پکارا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اور نبیوں کا نام لے کر پکارا ہے مگر آپ کا نام لے کر نہیں پکارا۔ لوگ سرکارِ دو عالم ﷺ کو پکارنے پر اعتراض کرتے ہیں، قرآن کہتا ہے:- ”ہاں پکارو پکارو مگر اس طرح نہ پکارنا جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔“ (سورہ نور) خبردار!

نفسِ گم کردہ می آید، جنید و بایزید ایں جا
اللہ تعالیٰ کے دربار میں محبوب رب العالمین کا کتنا احترام ہے۔ فرمایا ہم نہ ان سے روٹتے ہیں، نہ ان کو چھوڑتے ہیں، وہ تو ہمارے آمنے سامنے ہیں۔ ان کے چہرے کا سویر اور ان کے زلفوں کی شام ہمارے سامنے ہیں۔ وہ کتنے اچھے لگتے ہیں، وہ کتنے پیارے لگتے ہیں۔ ہاں۔۔
بے مثالی کی ہے مثال و حسن
خولی یار کا جواب کہاں!

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

(۳)

لَنُحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (سورہ اہلبی: ۱۰)

- ترجمہ :- اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر دلوں عالم کے لئے رحمت بنا کر۔
- اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی رحمت کا ذکر فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ آپ کی رحمت و شفقت مردوں پر بھی ہے اور عورتوں پر بھی نیر گوں پر بھی ہے اور نوجوانوں پر بھی۔ میں یہاں بچوں پر حضور اکرم ﷺ کی رحمت خاص کا ذکر کروں گا اور اس سلسلے میں چند واقعات پیش کروں گا۔
- ۱- ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شیر خوار بچے کو گود میں لیا ہے کی ماں نے کہا بھی کہ کہیں بچہ نپاک نہ کر دے مگر آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ اس بچے نے نپاک کر دیا اور حضور اکرم ﷺ نے کچھ نہ فرمایا بلکہ اپنے دامن پر پائی بہا کر دامن کو پاک کر لیا۔ یہ تھی حضور اکرم ﷺ کی بے مثال شفقت۔۔۔۔۔
- ۲- ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے سجدے کی حالت میں حضرت حسن یا حضرت حسین جو بچے ہی تھے، آپ کی پیٹھ پر چڑھ گئے، آپ نے ان کی خاطر سجدہ طویل کر دیا اور ان کو پیٹھ سے گرانا گوارا نہ فرمایا۔
- ۳- ایک دفعہ آپ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو بچے ہی تھے سامنے سے چلے آ رہے ہیں آپ نے خطبہ کی حالت میں بڑھ کر ان کو گود میں اٹھایا اور اپنے پاس بٹھا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

- ۴- آپ گلی کوچوں میں نہایت شفقت و محبت سے دوسرے لوگوں کے بچوں کو گود میں اٹھا لیا کرتے تھے اور ان کی غم خواری اور دل داری فرمایا کرتے تھے۔
- ۵- ایک صحابی نے گھن میں ایک پرندہ پالا تھا اتفاق سے وہ پرندہ مر گیا وہ صحابی گھن میں بیٹھے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا تو ان کے پاس بیٹھ کر ان کا دل بھلائے رہے۔
- ۶- حضور اکرم ﷺ بچوں کو اپنے ساتھ کھلایا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ جس دسترخوان پر بچے ہوں اس دسترخوان پر رحمت ہی رحمت ہوتی ہے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ گھن میں وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اور طشتی میں چاروں طرف ہاتھ مار رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے پیار سے فرمایا۔
- ”اچھے سامنے سے اور سامنے ہاتھ سے کھاؤ“
- الغرض حضور اکرم ﷺ بچوں پر بہت شفیق اور مہربان تھے، اسی لئے آپ کی محبت میں حسین جیسے بچے پر دان چڑھے۔ حقیقت یہ ہے بچوں کو الگ تھلگ رکھنے سے ان میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے جو زندگی کو جاہ کر دیتا ہے، ہماری مسجدوں میں بچے نماز پڑھنے جاتے ہیں تو ہمارے بعض بزرگ گھر کیاں اور چھڑ کیاں دے کر بچوں کو ہٹا دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کو محبت و شفقت کے ساتھ صف کے داہنی یا بائیں طرف کھڑا کر دینا چاہئے۔ اسی طرح اسکولوں کے بچوں کو باہر سے آنے والے سماںوں کے استقبال کے لئے گھنٹوں مڑکوں پر دھوپ میں کھڑا رکھا جاتا ہے، یہ سب باتیں سنت کے خلاف ہیں اور بچوں میں احساس کتری پیدا کرتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے حسن سلوک اور شفقت و مہربانی سے بچوں کے دل بڑھتے تھے۔
- کیونکہ نیکوں میں اور سوشلسٹ ملکوں میں بچے آغوشِ مادر سے محروم ہیں۔ ان کی تربیت کا ہیں الگ ہیں اور مجلسوں اور محفلوں میں ماں باپ شریک ہوتے ہیں۔ لیکن بچوں کو الگ رکھا جاتا ہے جس سے کومال کا پیار نہ ملا ہو وہ وحشی اور بے رحم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان

ممالک کے جوانوں میں وحشت اور بے رحمی پائی جاتی ہے۔ اسلام نے بچوں کی تربیت کا جو سلیقہ سکھایا ہے۔ اس سے تاریخ میں اسامیل جیسے اور حسین جیسے بے سامنے آئے۔
 علامہ اقبال نے اسلامی طریقہ تربیت کو اس شعر میں بیان فرمایا۔
 تجھے یاد کیا نہیں ہے میرے دل کا وہ زمانہ
 وہ ادب گم محبت وہ نگاہ کا تازیانہ

اسلام کا سبق یہی ہے کہ بچوں کو محبت سے پالا جائے اور نگاہوں سے سنبھالا جائے۔
 میرے جد امجد مفتی اعظم بند شاہ محمد مظفر اللہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا عرس پاک 14 شعبان کو ہونے والا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے سچے عاشق اور سچے اطاعت گزار تھے بچوں سے بہت پیار فرماتے بچوں پر شفقت فرماتے بچوں کی خود تربیت فرماتے بچوں کے ساتھ کھانا کھاتے بچوں کو میرہ تفریح کے لئے ساتھ لے جاتے، بچوں کو پڑھاتے، بچوں سے تقریر کرا کر ان کی ہمت بڑھاتے۔

الغرض ان کی صحبت میں بچے بن سٹور کر آٹھتے اور چھوٹی عمر میں وہ لیاقت پیدا کر لیتے اور وہ تربیت پالیتے جو اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ کو بھی نصیب نہیں۔
 اللہ تعالیٰ ہم کو حضور اکرم ﷺ اور آپ کے محبوبوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حقیقت میں محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ہر نمونے کو اپنائیں ہمارا دل چاہے یا نہ چاہے ہم وہی چاہیں جو اللہ کا محبوب اور دو عالم کا مقصد چاہتا ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



عزت

(۴)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
 أَحْمَدُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ (القر: ۱)

قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

حضور ﷺ نے کفار و مشرکین عرب کو قیامت کی خبر سنائی تو ان کو یقین نہیں آیا اور وہ یہ کہنے لگے کہ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہو جائیں، پہاڑوں کی طرح اڑنے لگیں اور چاند، تارے آسمان سے گر کر کھڑے کھڑے ہو جائیں۔ وہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر بھی یقین نہیں رکھتے تھے اور آپ کو اپنا جیسا انسان سمجھتے تھے۔ انہوں نے آپ سے نبوت کی دلیل طلب کی اور وہ مجزہ دکھانے کی درخواست کی تو آپ نے انگشت مبارک سے چاند کو اشارہ فرمایا اور وہ اشارہ پاتے ہی فوراً دو کھڑے ہو گیا یہ منظر سب نے دیکھا اور سب حیران رہ گئے۔

اس مجزے میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو یہ بتایا کہ وہ لوگ جو قیامت کا انکار کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ چاند، تارے قیامت کے دن آسمان سے گر کر کس طرح کھڑے کھڑے ہوں گے اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ چاند دو کھڑے ہو گیا۔ گویا جو قیامت کل آنے والی تھی آج ہی آگئی۔ دوسری طرف اس مجزے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے فضل و کرم سے کتنی قدرت اور اختیار عطا فرمایا ہے کہ آپ کا حکم نہ صرف زمین پر بلکہ آسمان پر بھی چلتا ہے اور جو آپ فرماتے ہیں وہ ہو کر رہتا ہے اور اس میں کوئی شک

نہیں کہ آپ کا حکم سارے عالم میں جاری ہے۔ میں یہاں چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ جس سے آپ ﷺ کی حکمرانی کا اندازہ ہوگا۔

۱- مکہ شریف سے ہجرت کے وقت ایک کافر جس کا نام سراقہ تھا آپ کو شہید کرنے کے ارادے سے آپ کا پیچھا کرتے ہوئے قریب آگیا آپ نے زمین کو حکم دیا تو سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنسنے لگا۔ پھر جب اس نے آپ کی دھائی دی تو آپ کی دعا سے زمین سے باہر نکلا اور آپ کو شہید کرنے سے بھن آیا۔

۲- ایک مرتبہ مدینہ کے قریب وجوار میں قہ پڑا، لوگ پانی کو ترسے لے۔ آپ نے جھ کے خلیجہ میں بارش کے لئے دعا فرمائی، دعا کا کرنا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے گھٹائیں چھائیں اور موسلا دھار بارش ہونے لگی اور دوسرے جھ تک ہوتی رہی۔ آپ نے دیکھا بادل بھی آپ کے حکم سے چلتے ہیں۔

۳- ایک مرتبہ ریگستان میں آپ کو قضاے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ قریب کوئی درخت نہ تھا جس کی آڑ میں اپ بیٹھے کچھ فاصلے پر ایک دو درخت نظر آئے آپ نے ان کو حکم دیا اور وہ دونوں درخت ایک جگہ آکر مل گئے آپ نے ان کی آڑ میں رخص حاجت فرمائی اور پھر وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ درخت بھی آپ کا حکم ماننے ہیں۔

۴- ایک اونٹ بوڑھا ہو گیا تھا جس کے مالک جب اس کو ذبح کرنے لگے تو وہ بھاگ کر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور فریاد کرنے لگا۔ پیچھے اس کا مالک بھی آیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ شکایت کر رہا ہے کہ جب یہ جو ان تھا تو تم نے اس سے کام لیا اور اب بوڑھا ہو گیا تو ذبح کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا یہ سچ کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے آزاد کر دو۔ انہوں نے آزاد کر دیا۔ آپ نے دیکھا کہ چالور بھی آپ کی پناہ میں آ رہے ہیں اور آپ کے حضور فریاد کر رہے ہیں۔

۵- ایک مرتبہ ابو جہل آپ کے پاس آیا اور یہ کہا کہ آپ اگر سچے نبی ہیں تو بتائیں میری مٹھی میں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ بتاؤں کہ میری مٹھی میں کیا ہے یا جو کچھ میری مٹھی میں ہے وہ یہ بتائے کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا اس سے اچھی کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا سنو۔ جب اس نے مٹھی کو کان سے لگایا تو مٹھی میں بد ننگریوں میں سے آواز آ رہی تھی۔

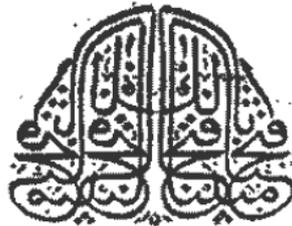
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آپ نے دیکھا کہ پتھر بھی آپ کے اشاروں پر کلمہ پڑھ رہے ہیں۔

ان واقعات سے واضح ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ آسمان پر بھی چلا ہے، زمین پر بھی چلا ہے، درختوں پر بھی چلا ہے، پتھروں پر بھی چلا ہے اور جانوروں پر بھی چلا ہے کیوں نہ ہو کہ آپ اللہ کے محبوب ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اور جانور کے دو ٹکڑے کر کے آپ کا اختیار دکھایا ہے۔ آپ کی محبوبیت کی توجیہ شان ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود و سلام بھیج رہے ہیں اور ہر لمحہ آپ کی شان بوسما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اور محبت سے ہم دور فرمائے۔ آمین۔

کی محمد ﷺ سے دعا تو ہم حیر سے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح حکم حیر سے ہیں۔!

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



(۵)

تَحْمَدُهُ وَتُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
 اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا خَيْرَ خَيْرٍ لَّكَ مِنَ الْاَوْلٰى ۝ (سورۃ النبی: ۴)

اور بے شک آپ کی ہر آنے والی گزری بچھلی گزری سے بہتر ہے۔

یعنی آپ ایسے محبوب ہیں کہ آپ کی محبوبیت کی شان برابر بڑھتی رہے گی۔ اور ایسے کامل ہیں کہ آپ کے کمال میں ہر لمحہ اضافہ ہوتا رہے گا اور کیوں نہ ہو کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان کو بڑھایا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

”وَزَكَلْنَا لَكَ ذِكْرًا“ ۝ (سورۃ نحر: ۴)

اور اسے محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔

اور جس ذکر کو اللہ بلند کرے وہ ذکر گھٹتا نہیں بلکہ ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کا آئینہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا ہے۔

”مَثَلُ نَوْمٍ هُوَ لِيْ هٰذَا“ ۝ (سورۃ نحر: ۲۹)

وہ ہر دن ایک نئی شان میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

اور اپنے محبوب کی شان بھی یہ بتاتی ہے کہ آپ کی زندگی کی ہر آنے والی گزری بچھلی گزری سے بہتر ہے اور نہ صرف آپ کی یہ شان ہے بلکہ آپ کے غلام جو آپ کے دامن سے وابستہ ہیں ان کی شان بھی آپ کے طفیل ہی ہے کہ وہ گھٹتے نہیں برابر بڑھتے رہتے ہیں۔ اسی لئے

علامہ اقبال نے فرمایا :-

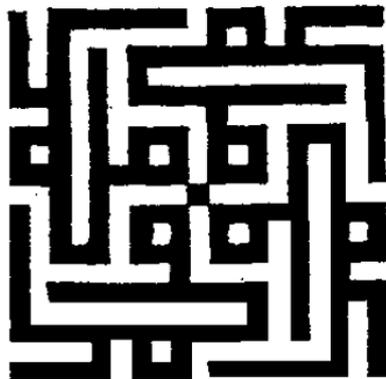
ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

حضور اکرم ﷺ کا سارے عالم میں چرچا ہے اور یہ چرچا بڑھتا ہی جاتا ہے۔ ساری دنیا کی مسجدوں میں ہر روز پانچ دفعہ اذانوں میں اور پانچ دفعہ اقامت میں آپ کا نام پکارا جاتا ہے اور ہر نماز میں نہ معلوم کتنے نمازی التحیات میں آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اس طرح ساری دنیا میں صرف ایک دن میں کروڑوں بار آپ کا نام لیا جاتا ہے اور آپ پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ دن رات کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں دنیا کے کسی نہ کسی گوشے میں حضور اکرم ﷺ پر درود و سلام نہ بھیجا جا رہا ہو۔ بی شک ع

بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا حیرا

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغ



(۶)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(الف)

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ
فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي
ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

(آل عمران: ۱۲۴)

ترجمہ:-

”بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں انہیں میں سے
ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور
انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور اس میں حکم نہیں کہ اس سے پہلے وہ
کلی گمراہی میں تھے۔۔۔۔۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس ایک احسان عظیم میں، مسلمانوں پر اپنے چار

۲۷

احسانات کا ذکر فرمایا ہے۔۔۔۔۔ پہلا احسان یہ کہ آپ ان ہی میں سے خاتم النبیین بن کر تشریف
لائے۔۔۔۔۔ دوسرا احسان یہ کہ آپ ان کو وہ کلام الہی پڑھ کر سناتے ہیں جس کا صدیوں سے
انتظار تھا۔۔۔۔۔ تیسرا احسان یہ کہ آپ نہ صرف قرآن حکیم پڑھ کر سناتے ہیں بلکہ ان کے
باطنی رنگ کو دور فرما کر دلوں کو روشن کرتے ہیں۔۔۔۔۔ چوتھا احسان یہ کہ آپ ان کو اس کتاب
و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں جو نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی دماغ نے سوچی۔۔۔۔۔
اس کائنات میں ہر نعمت اللہ ہی کی نعمت ہے، کسی غیر کی نعمت نہیں۔۔۔۔۔ مگر صرف
ایک نعمت پر احسان جتایا۔۔۔۔۔ جس نعمت پر احسان جتایا جاتا ہے وہ اس نعمت کی عظمت کی
دلیل ہوتی ہے۔۔۔۔۔ آپ وہ عظیم نعمت ہیں جس کا ذکر سب سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار
انبیاء کے سامنے اللہ چارک و تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔۔۔ ارشاد ہوتا ہے:-

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ وَحِكْمَةٌ لَّمْ
يَجَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَتَنْصُرُونَهُ ۚ قَالَ ۙ
أَقْرَبْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ أَصْرِي ۙ فَأَلْوَتْ أَلْقُرْبَانَا ۚ قَالَ
لَا ضَعْفٌ وَلَا نَاقُصَةٌ لِّمَنُؤْمِنِكُمْ مِّنَ الشَّاهِدِينَ ۝ (سورۃ آل عمران: ۸۱)

ترجمہ:-

”اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور
حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں
کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی
مدد کرنا۔۔۔۔۔“

۔۔۔۔۔ فرمایا کیوں ”تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟۔۔۔۔۔“
سب نے عرض کی، ”ہم نے اقرار کیا۔۔۔۔۔“ فرمایا ”پھر ایک دوسرے پر
گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔۔۔۔۔“

اللہ اکبر اس شان سے یہ عمد لیا گیا!----

حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے لاکھوں کروڑوں برس پہلے انبیاء سے یہ عمد لیا۔۔۔۔ اور حضور اکرم ﷺ کا انبیاء کے سامنے پہلی بار ذکر فرمایا۔۔۔۔ کس نے ذکر فرمایا؟۔۔۔۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے۔۔۔۔ کس کے سامنے ذکر فرمایا؟۔۔۔۔ انبیاء کے سامنے فرمایا۔۔۔۔ اس سے حضور اکرم ﷺ کی کمال عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔۔۔۔ ارشاد ہوتا ہے:-

وَأَذْكُرُ وَابِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَبِعِثَابَةِ الْبَدِي وَكَفَّكُمْ بِهِ إِذْ فَالْتَمَسْتُمْ مَسْعِيَةً
وَاطْعَنُوا وَاللَّهُ طَابَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

(سورۃ مائدہ: ۷)

ترجمہ:-

” اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عمد جو اس نے تم سے لیا جب کہ تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا۔۔۔۔ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔۔۔۔“

اللہ تعالیٰ نے عمد لینے وقت حضور اکرم ﷺ کا نام ظاہر نہ فرمایا۔۔۔۔ کسی کا نام ظاہر نہ کرنا اس کی عظمت کی دلیل ہے۔۔۔۔ جب کسی عظیم شخصیت کا تعارف کرایا جائے تو اس کا نام لیا نہیں جاتا بلکہ اس کے آنے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اس کے فضائل و کمالات بیان کئے جاتے ہیں۔۔۔۔ قرآن کریم میں آپ دیکھیں بلکہ قرآن کریم اس کی شہادت دیتا ہے کہ قرآن کریم سے پہلے جتنی کتابیں تھیں سب کتابوں میں حضور اکرم ﷺ کی آمد آمد کا ذکر ہے۔۔۔۔ ہر کتاب سے آواز آ رہی ہے، وہ آنے والے ہیں، وہ آنے والے ہیں، وہ آنے والے ہیں۔۔۔۔ تمام مذاہب کی کتابوں میں سرکار کا ذکر ہے۔۔۔۔ چنانچہ:-

زیور میں حضرت داؤد علیہ السلام فرما رہے ہیں:-

”وہ آ رہا ہے۔۔۔۔ وہ زمین کی عدالت کرنے کو آ رہا ہے۔۔۔۔ وہ صداقت

سے جہاں کی اور اپنی سہائی سے قوموں کی عدالت کرے گا۔۔۔۔“

انجیل میں ہے:-

”اے اللہ! اپنے رسول کو بھیجے۔۔۔۔ اے محمد! دنیا کی نجات کے لئے

جلد آئیے۔۔۔۔“

اور انجیل ہی میں ہے:-

”مبارک ہو وہ دن جس دن تو اس میں تشریف فرما ہو۔۔۔۔“

توریت میں ہے:-

۔۔۔۔ ایک پیغمبر آخر زمانے میں مبعوث ہوگا۔۔۔۔

۔۔۔۔ اس کی جائے پیدائش مکہ ہوگی۔۔۔۔

۔۔۔۔ اور ہجرت کا مقام طیبہ (مدینہ) ہوگا۔۔۔۔

اللہ اللہ! کیسی واضح نشانیاں ہیں، ان علامتوں نے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ

چھوڑی۔۔۔۔

آپ آخر زمانے میں تشریف لائے۔۔۔۔

آپ کی ولادت باسعادت مکہ معظمہ میں ہوئی اور آپ نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی۔۔۔۔

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں (جو بعض محمدی سے ہزاروں برس پہلے مدون ہوئیں) آپ کی

آمد آمد کا ذکر ہے۔۔۔۔ چنانچہ بھوشینہ پران میں ہے:-

○۔۔۔۔ اس دنیا میں محمد ﷺ پیدا ہوں گے۔۔۔۔

○۔۔۔۔ جن کے سر پر بادل سایہ کرے گا۔۔۔۔

○۔۔۔۔ ان کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔۔۔۔

- ان کے جسم پر کبھی نہ بیٹھے گی-----
 ○-----وہ زمین کو لپیٹ جائیں گے۔ یعنی ان کا پیغام زمین پر پھیل جائے گا-----
 ○-----دنیا کے لئے کچھ تلاش نہ کریں گے----- یعنی دنیوی چیزوں سے بے تعلق
 رہیں گے-----
 ○-----تمام عمر کم کھائیں گے-----
 ○-----وہ اللہ کے محبوب ہوں گے-----
 مندرجہ بالا تمام تفصیلات کی تصدیق قرآن حکیم کی اس آیت سے ہوتی ہے-----

وَأَنذَرْتَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سورۃ شعراء: ۱۹۶)

ترجمہ:- "موسے نے جب اس کا ذکر اگلی کتابوں میں ہے۔" یعنی حضور اکرم ﷺ کا۔
 یہ وہ عظیم نعمت ہے جس کا اللہ چارک و تعالیٰ نے احسان بنایا اور جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ کی بنیاد میں اٹھائے وقت یاد فرمایا اور یہ دعا فرمائی-----

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
 الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۗ (سورۃ البقرہ: ۱۲۹)

ترجمہ:-

"اے ہمارے رب اور بھیج ان میں ایک رسول ان میں سے کہ ان پر تیری
 آیتیں تلاوت فرمائے اور انھیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں
 خوب سحر افرمائے-----"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس رسول کے لئے دعا فرمائی تھی حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام نے ایک عظیم مصلحت میں اس کی آمد کا اعلان کیا اور اس کا نام بھی بتادیا۔----- جس کی
 گواہی خود قرآن حکیم دے رہا ہے:-

وَأَذَقْنَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ نَبَاتِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
 مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ
 بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (سورۃ الصف: ۶)

ترجمہ:-

"اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری
 طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا
 ہوں اور اس رسول کی بشارت سنا تا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں
 گے، ان کا نام احمد ہوگا۔-----"

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَكْتُوبًا حِينَذَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ (سورۃ الاحزاب: ۱۵)

ترجمہ:-

"جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔-----"
 حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔----- میں عیسیٰ علیہ السلام
 کی بشارت ہوں۔-----

تو میں عرض کر رہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔----- اور جو آیت میری
 تقریر کا حتمان ہے۔----- درحقیقت اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے قول
 ہونے کی بشارت ہے۔----- دعا میں جس جس آرزو کا اظہار کیا گیا تھا وہ ساری آرزوئیں پوری
 کر دی گئیں۔----- اللہ اکبر۔-----

مثلاً:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی۔ انہیں میں سے رسول بھیج۔----- اللہ

تبارک و تعالیٰ فرما رہا ہے :-

”ہم نے تم پر احسان کیا کہ تم اسی میں سے ہم نے نبی بھیجا۔۔۔۔۔“

پھر فرما رہے ہیں۔۔۔۔۔ ایسا نبی مبعوث فرما جو ان کے دلوں کو صاف کرے۔۔۔۔۔ اللہ

تبارک و تعالیٰ فرما رہا ہے :-

”ویزکبھم“ اس کی شان یہ ہے کہ وہ دلوں کو صاف کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ

فرما رہا ہے۔۔۔۔۔ ”وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“۔۔۔۔۔ یہ ہمیں کتاب بھی سکھاتے

ہیں اور حکمت بھی سکھاتے ہیں۔۔۔۔۔

جو باتیں میں نے عرض کیں وہ تشریف آوری سے سینکڑوں برس پہلے کی باتیں ہیں۔۔۔۔۔

پھر جب آپ تشریف لے آئے۔۔۔۔۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عالم انسانیت سے فرمایا :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبِقَاءِهَا كَيْفَ تَكُونُونَ

الْمُتَذَكِّرِينَ وَرَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ اذْكُرْ نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْيُنًا وَرَحِمْنَا

كُلَّكُمْ وَنَجَّيْنَاكُمْ مِنَ غَمِّكُمْ وَكُنْتُمْ لِلدُّنْيَا غَافِلِينَ ۝ فَلَمَّا كُنْتُمْ خٰۤلِفَةً

(سورۃ یونس: ۵۷-۵۸)

ترجمہ :-

”اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور

دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے۔۔۔۔۔ تم

فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اس کی رحمت۔ اسی پر چاہئے کہ خوشی

کریں۔۔۔۔۔ وہ ان کے سب دشمن دولت سے بھرا ہے۔۔۔۔۔“

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام سے سرفرازی اور حضور اکرم ﷺ کی تشریف

۳۳

آوری پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔۔۔۔۔ بظاہر تو یہ خوشی ہر وقت منائی جاسکتی ہے لیکن

اکابرین امت نے اس خوشی کو حضور اکرم ﷺ کی یوم ولادت باسعادت میں مخصوص

کر دیا۔۔۔۔۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اور اللہ کے محبوبوں کے آنے کے دن اور جانے

کے دن خاص ہوتے ہیں اور ان کے منانے کا حکم قرآن حکیم میں خود موجود ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا گیا :-

ذُكِّرْتُمْ يَا أَيُّهَا اللَّهُمَّ (سورۃ ابراہیم: ۵)

ترجمہ :-

اور انہیں (یعنی امت کو) اللہ کے دن یاد دلاؤ۔۔۔۔۔

مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ اللہ کے خاص دن وہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی خاص انجام سے

تواضع۔۔۔۔۔ اللہ کے محبوبوں کا یوم ولادت اور یوم وصال بھی خاص دن ہیں۔۔۔۔۔ جس کا قرآن

حکیم میں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا :-

وَسَلِّمْ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ مَاتَ وَيَوْمَ نُبِئَتْ حَبْلًا ۝ (سورۃ مریم: ۱۵)

ترجمہ :-

اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن وہ دنیا سے اٹھایا گیا اور

جس دن وہ قیامت میں اٹھایا جائیگا۔۔۔۔۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کی گود میں معجزانہ طور

پر فرمایا :-

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۝

(سورۃ مریم: ۳۳)

ترجمہ :-

اور وہی سلامتی مجھ پر، جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں دنیا سے اٹھایا
جاؤں گا اور جس دن میں قیامت میں اٹھایا جاؤں۔۔۔۔۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ محبوبوں کے آنے اور جانے کے دن اہم ہوتے ہیں۔۔۔۔۔
ان دنوں کا مٹانا بھی اسی حکم کے تحت آتا ہے کہ اللہ کہ دن یاد دلائے جائیں۔۔۔۔۔ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی کا دن یادگار دن ہے۔۔۔۔۔ آپ صبر کے دن تشریف
لائے۔۔۔۔۔ آپ خود اپنی ولادت کی خوشی مناتے اور اظہارِ تفکر کے طور پر روزہ رکھتے
تھے۔۔۔۔۔ جب پوچھا گیا تو فرمایا کہ :-

”میں صبر کے دن پیدا ہوا، صبر کے دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔۔۔۔۔“

آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے سامنے عربی میں مولود نامہ
پڑھا۔۔۔۔۔ صلحائے امت نے اس یادگار دن کو منایا۔۔۔۔۔ آپ کے ذکر اذکار کی مجلسیں
سجائیں۔۔۔۔۔ ہر ایک آپ کا ذکر کرنا سب سے بڑی سعادت ہے کہ آپ اللہ کی سب سے بڑی
نعمت ہیں اور سب سے بڑا احسان۔۔۔۔۔ آپ ہی نے انسان کو ہرگز کا طریقہ اور جینے کا سلیقہ
بتایا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اور اپنے حبیب کریم ﷺ کے ذکر و فکر میں مصروف رکھے اور
اسی میں ہمارا خاتمہ فرمائے۔۔۔۔۔ آمین!

آئی جو ان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نفس ماسوا کو ملاتی چلی گئی۔۔۔۔۔
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا النَّبَاغ



نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(ب)

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ
فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي

ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ :-

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک
رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں
کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کلمی گمراہی میں تھے۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے حبیب کریم ﷺ کی بعثت کا ذکر فرمایا اور خاص طور پر
یہ احسان بتایا کہ ہم نے مومنین پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول
بھیجا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے تو بہت سے انعامات ہیں، جن کی نہ کوئی گنتی ہے نہ کوئی شمار پھر کیا
وجہ ہے کہ اللہ جبار کو تعالیٰ نے کسی انعام پر احسان نہ بتایا اور احسان بتایا تو اس انعام پر کہ وہ

حیب کریم ﷺ جس کی تمام انبیاء اور ان کی امتیں آرزو کرتی رہیں وہ ہم نے تم کو عطا فرمایا اور اپنا خاص کرم فرمایا۔ اسی لئے ارشاد فرمایا :-

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (سورہ النحل: ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چچا کرو۔۔۔۔۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :- ”یہاں نعمت سے مراد حضور اکرم ﷺ ہیں۔۔۔۔۔ کیونکہ آپ جان نعمت ہیں۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ اسلام سے سرفرازی اور حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔۔۔۔۔

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ قَبْلَ ذَلِكَ لَئِيْفَرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ (یونس: ۵۸)

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت، اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں۔ وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

اس آیت میں اللہ چارک تعالیٰ نے اسلام سے سرفرازی اور حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔۔۔۔۔ بظاہر تو یہ خوشی ہر وقت منائی جاسکتی ہے لیکن اکابرین امت نے اس خوشی کو حضور اکرم ﷺ کی یوم ولادت باسعادت سے مخصوص کر دیا۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اور اللہ کے محبوبوں کے آنے کے دن اور جانے کے دن خاص ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

وَذَكَرْتُهُمْ بِرَأْسِ اللَّهِ ۝ (ابراہیم: ۵)

اور انہیں (یعنی اپنی امت کو) اللہ کے دن یاد دلاؤ۔

مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ اللہ کے خاص دن وہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی خاص انعام سے نوازے۔ اللہ کے محبوبوں کا یوم ولادت اور یوم وصال بھی خاص دن ہیں۔ جس کا قرآن

کریم میں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کیلئے فرمایا :-

وَسَلِّمْ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۝ (مریم: ۱۵)

اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن وہ دیا سے اٹھایا گیا اور

جس دن وہ قیامت میں اٹھایا جائے گا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کی گود میں ہجرتہ طور پر فرمایا :-

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۝ (مریم: ۳۳)

اور وہی سلامتی مجھ پر، جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں دنیا سے اٹھایا

جاؤں گا اور جس دن میں قیامت میں اٹھایا جاؤں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ محبوبوں کے آنے اور جانے کے دن اہم ہوتے ہیں۔ ان دنوں کا منانا بھی اسی حکم کے تحت آتا ہے کہ اللہ کے دن یاد دلانے جائیں۔۔۔۔۔ آج جس ہستی کی یاد منائی جا رہی ہے۔ ان کا وصال ۱۳ شعبان المعظم ۳۸۶ھ مطابق ۲۸ نومبر میں ہوا۔ یعنی شیخ الاسلام الحاج مفتی شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ نے تقریباً ۱۹۳۰ء میں جامع سہر قیوڑی (دہلی) میں حضور اکرم ﷺ کے ذکر پاک کی مبارک محفل قائم کی، اس میں ہر مسلک فکر کے لوگ شریک ہوتے تھے، دور دور سے علا آتے تھے، بڑا جشن منایا جاتا تھا، شیرین تقسیم ہوتی تھیں اور ۱۲ ربیع الاول کو صبح سے شام تک کھانا کھلایا جاتا تھا۔۔۔۔۔ جشن عید میلاد النبی منانا اللہ کے ان محبوبوں کی سنت ہے جو ہم سے زیادہ متقی تھے، جو ہم سے زیادہ سچے تھے، جو ہم سے زیادہ ایمان والے تھے، جو ہم سے ہزار درجہ بہتر تھے۔۔۔۔۔

اللہ کے محبوبوں کا ذکر کرنا یہ سنت الہی بھی ہے۔۔۔۔۔ اللہ چارک تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے انبیاء کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً :- حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام،

حضرت نوح علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، اور حضور اکرم ﷺ کے ذکر پاک سے پورا قرآن کریم گونج رہا ہے۔۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے محبوبوں کے ذکر سے ایمان میں حرارت پیدا ہوتی ہے اور دل مضبوط ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا:-

وَسَلَامٌ نُّفِصُ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَقَّصْتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَ لَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَ يُذَكِّرُ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ (حود: ۱۲۰)

اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھیرائیں۔ اور اس صورت میں تمہارے پاس حق آیا اور مسلمانوں کو پتہ دھیست۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ مہارک محفلیں اور مجالس بیکار نہیں ہو جس بھر دنیا کے اس تاریک ماحول میں جہاں اضطراب ہی اضطراب ہے، جہاں پریشانیوں ہی پریشانیوں ہیں، جہاں بے چینی ہی بے چینی ہے۔۔۔۔۔ اللہ اور اللہ کے محبوبوں کے ذکر سے دلوں کو سکون و چین ملتا ہے، روح کو سرور ملتا ہے اور انسان کو چینیے کا حوصلہ ملتا ہے اسی لئے حضرت جنید بغدادی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا:-

”کہ انتہیام اور اہل اللہ کے ذکر اور اللہ کے لشکروں میں سے ایک عظیم لشکر ہیں۔۔۔۔۔“

اس لئے ہم کو سنت الہی پر عمل کرتے ہوئے ایسی محفلیں قائم کرنی چاہئیں جن میں حضور اکرم ﷺ اور آپ کے غلاموں کا ذکر کیا جائے۔

آپ کے غلامان غلام میں حضرت الشاہ محمد مظهر اللہ رحمت اللہ علیہ بھی ہیں۔ جو ہندوستان کے عظیم مفتی، ولی کامل اور عاشق رسول تھے جن کا کوئی عمل سنت کے خلاف نہیں تھا۔ جنہوں نے سنت کے چراغ روشن کئے، جن کے دست حق پرست پر ہزاروں ہندو اور عیسائی مشرف بالسلام ہوئے۔ جن کو دیکھنے سے خدا یابو آتا تھا، ان کے تصور سے بھی ایمان

تازہ ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور رہارے ظاہر اور باطن کو حضور اکرم ﷺ کی سنت سے آراستہ و پیراستہ رکھے۔۔۔۔۔ آمین۔۔۔۔۔

کی محمد سے دنا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

بلوغ العالی بحالہ
کشف اللہ فی بحالہ
حسنت جمع خصالہ
عزیز الہی والہ
کلام شمس شمس
کتبہ کتبہ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(ج)

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ
فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي
ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

(آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ :-

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک
رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے
اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی
میں تھے۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات
پر اس کا شکر ادا کیا کرو۔ ارشاد خداوندی ہے :-

لِكُلِّوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوْا لِنِعْمَتِ اللّٰهِ اِنَّ كُتْمًا اِيْۤاَهُ
تَعْبُدُوْنَ ۝ (سورۃ النحل: ۱۱۳)

ترجمہ :-

تو اللہ کی دی ہوئی روزی حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم
اس کی عبادت کرتے ہو

دوسری جگہ ارشاد فرمایا :-

فَاَتَّقُوا عِبَادَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لِعَطَايِئِهِ
تُرْحَمُوْنَ ۝ (سورۃ غلجوت: ۱۷)

ترجمہ :-

تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بدگئی کرو اور اس کا شکر ادا کیا کرو
تو تمہیں اس کی طرف پھرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بھی مختلف و لٹینین انداز سے بیان فرمایا ہے کہ اگر تم اسکی
نعیموں پر شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان میں اور اضافہ کر دے گا اور تم نے ناشکری کی تو اس
کے سخت عذاب میں مبتلا کر دیے جاؤ گے۔

ارشاد خداوندی ہے :-

وَ اِذَا تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَیْسَ لَكُمْ شُكْرٌ تُمْ لَا تَنْدُوْا لَكُمْ وَ لَیْسَ لَكُمْ شُكْرٌ اِنْ عَذَابِیْ
لَشَدِیْدٌ ۝ (سورۃ الاحقاف: ۷)

ترجمہ :-

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے سنا دیا کہ اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں
اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

الخصرے شمار آیات ہیں جن میں انعامات الہی پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کثیر
التعداد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بار بار یہ بتایا ہے کہ اگر تم ان نعمتوں پر
شکر ادا کرو گے تو ان میں مزید اضافہ کر دیا جائے گا۔ اور جو کفران نعمت کے مرتکب ہوں گے
ان کو ان نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

پائی، ہوا اور روشنی، کان، آنکھیں اور دل، صحت، شباب اور خوشحالی۔۔۔۔۔ یہ سب خداوند ذوالجلال کی نعمتیں ہیں اور ان پر شکر کرنا واجب ہے۔۔۔۔۔ جب ان فنا ہونے والی نعمتوں پر شکر ادا کرنا لازمی ہے تو آپ بتائیے اس رحمت مجسم حسن کائنات ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت پر شکر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟۔۔۔۔۔ کیا اس احسان سے کوئی اور احسان بڑا ہے؟۔۔۔۔۔ اس نعمت سے کوئی اور نعمت عظیم ہے؟۔۔۔۔۔

سرور کائنات ﷺ کی آمد عظیم المرتبت انعام ہے۔۔۔۔۔ جو آیہ الکریمہ طہارات کی گئی۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ
كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

ترجمہ :-

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔۔۔۔۔

اس انعام کی خصوصی شان یہ ہے کہ دیگر انعامات اپنی اور بیگانوں، خاص اور عام، مومن اور کافر سب کے لئے ہیں۔۔۔۔۔ اور اس لطف کرم سے صرف اہل ایمان کو سرفراز فرمایا۔۔۔۔۔ اللہ کی نعمتیں تو بہت ہیں، بے حد بے شمار ہیں مگر جان نعمت آپ ہی ہیں، اسی لئے احسان بتایا جا رہا ہے اور یہ نہیں بلکہ اس انعام و احسان عظیم کا چرچا کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا :-

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

ترجمہ :-

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔۔۔۔۔ چرچا بھی کرو، خوشیاں بھی مناؤ۔۔۔۔۔

ارشاد ہوتا ہے :-

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ لَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ۝ (یونس ۵۹)

ترجمہ :-

آپ فرمادیتے کہ اللہ ہی کے فضل اور اس کی رحمت (سے) ہے (اس پر) چاہئے کہ خوشی کریں۔ وہ ان کے سب دامن دولت سے بہتر ہے۔۔۔۔۔ اس آیت میں اللہ جبارک تعالیٰ نے اسلام سے سرفرازی اور حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔ بظاہر تو یہ خوشی ہر وقت منانے کا حکم دیا ہے لیکن اکابرین امت نے اس خوشی کو حضور اکرم ﷺ کی یوم ولادت باسعادت سے مخصوص کر دیا۔۔۔۔۔ بے شک آپ کی ذات قدسی سب دامن دولت سے بہتر ہے۔۔۔۔۔ جمعی تو یہ اعلان فرمایا :-

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاءُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَبْتُمْوهَا وَبَنَاتُكُمْ فَتُحْسِنُونَ كَسَادَهَا وَ مَسْكَنَ تَرَضَوْنَهَا أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

(سورہ العنکبوت: ۲۴)

ترجمہ :-

آپ فرمادیتے، اگر تمہارے باپ اور تمہارے بچے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارے رشتہ دار اور کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہاری پسند کے مکان۔۔۔۔۔ (یہ چیزیں اللہ،۔۔۔۔۔ اسکے رسول،۔۔۔۔۔ اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راہ دیکھو کہ اللہ اپنا حکم لائے)۔۔۔۔۔ اور اللہ ناسقوں کو راہ میں دیتا۔۔۔۔۔

اللہ نے ایک ایک کر کے وہ سب چیزیں گنا دیں دنیا میں آنے والے ہر انسان کا جن میں دل الجھتا ہے۔۔۔ ایک ایک چیز اپنی طرف کھینچتی ہے۔۔۔ ایک ایک چیز دل بھاتی ہے مگر ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر اللہ اور اس کے رسول کی غلامی منظور ہے تو سب چیزوں سے دل ہٹانا ہوگا۔۔۔ بس اسی سے دل لگانا ہوگا۔۔۔

خود حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں :-

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے باپ باپ،

اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔۔۔

ہاں محبت نہیں کچھ نہیں۔۔۔ ساری عبادتیں، ساری ریاضتیں، ساری شب

بیداریاں، زہد و تقویٰ کی ساری داستانیں۔۔۔ سب ہیچ ہیں۔۔۔

صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر جب ابولہب کی لوطی ٹوہی نے اسے دی تو اپنے بچے کی ولادت کی خوشخبری سن کر اس نے اپنی لوطی کو آواز کر دیا۔ اگرچہ اس کی موت کفر پر ہوئی اور اس کی مذمت میں پوری سورت نازل ہوئی۔ لیکن میلاد مصطفیٰ ﷺ پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر بچہ کو اسے پائی کا گھونٹ پلایا جاتا ہے اور اس کے عذاب میں بھی اس روز کی کمی جاتی ہے۔۔۔

حافظ الشام شمس الدین محمد بن ناصر نے کیا خوب کہا ہے۔۔

اذا كان هذا كافر جاء ذمه و ثبت يدها في الجحيم سيد خلوا
الي انه في يوم الاثنين دائما يخفف عنه للسرور باحمدا
وما الظن بالعبد الذي كان عمره باحمد مسرورا و مات موحدنا
ترجمہ :-

جب ایک کافر جس کی مذمت میں پوری سورت ”ثبت يدها“ نازل ہوئی
اور جو تائب جہنم میں رہے گا۔ اس کے بارے میں ہے کہ، حضور کی ولادت

پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر بچہ کو اس کے عذاب میں کمی کی جاتی ہے
تو شمار کیا خیال ہے اس بدمعے کے بارے میں جو زندگی بھر احمہ بنتی ﷺ
کی ولادت باسعادت پر خوشی مناتا رہا اور کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اس دنیا
سے رخصت ہوا۔۔۔

حقیقت میں حضور انور ﷺ کی محبت و اللہ اور تعظیم و توقیر ہی ایمان کی جان ہے۔ جو
محبت نہیں کرتا اور جو تعظیم نہیں کرتا اور آپ کی پیروی نہیں کرتا اس کا ایمان کامل
نہیں۔۔۔ قرآن حکیم نے تو ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ ہم سارے جہاں سے بوجہ کر اللہ اور اس
کے رسول کریم ﷺ سے محبت کریں۔۔۔

حضور انور ﷺ کے ظہور قدسی کا دن یادگار دن ہے۔۔۔ آپ ﷺ کے دن تشریف
لائے۔۔۔ آپ خود اپنی ولادت کی خوشی مناتے اور اظہار تکبر کے طور پر روزہ رکھتے
تھے۔۔۔ جب پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ :-

”میں بچہ کے دن پیدا ہوا، بچہ کے دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔۔۔“

آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے سامنے عربی میں مولود نامہ
پڑھا۔۔۔ صلوات امت نے اس یادگار دن کو منایا۔۔۔ آپ کے ذکر اذکار کی محفلیں
سجائیں۔۔۔ بے شک آپ کا ذکر کرنا سب سے بڑی سعادت ہے کہ آپ اللہ کی سب سے
بڑی نعمت ہیں اور سب سے بڑا احسان۔ آپ ہی نے انسان کو ہدگی کا طریقہ اور جینے کا سلیقہ
بنایا۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اور اپنے حبیب کریم ﷺ کے ذکر و فکر میں مصروف رکھے اور
اسی میں ہمارا خاتمہ فرمائے۔۔۔ آمین۔۔۔

آئی جو ان کی یاد تو آتی چلی سنی
ہر نقش باسوا کو سناتی چلی سنی
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

(۷)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
 اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ (الأنعام: ۱۵۰)

پہلے اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور روشن کتاب آئی
 نور محمدی ﷺ کی تخلیق، کائنات کا نظارہ آنا ہے۔۔۔۔۔ سب سے پہلے اللہ نے اپنے نور
 سے، نور محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا۔۔۔۔۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں
 نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا میرے والدین آتا آپ پر فدا ہوں مجھے
 اس سے آگاہ فرمائیے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس شے کو پیدا کیا۔۔۔۔۔ آپ نے
 فرمایا۔۔۔۔۔ اے جابر ”اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا
 فرمایا۔۔۔۔۔“

تیرے ہی ماتھے رہا، اسے جان سہرا نور کا
 حُفَّتْ جَاگَا نُوْرٌ كَا، چمکا ستارا نور کا
 اور جب یہ نور حرم نام میں مجرور ہوا تو اس کا نام نامی ”محمد“ ﷺ رکھا پھر اس نور سے
 عرش و کرسی، لوح و قلم، آفتاب و مہتاب کو ایک ایک کر کے پیدا کیا گیا۔۔۔۔۔ قلم کو لکھنے کا
 حکم ہوا تو اس نے لا الہ الا اللہ لکھا۔۔۔۔۔ پھر حکم ہوا تو محمد رسول اللہ لکھا۔۔۔۔۔
 نور محمدی ﷺ اربوں اور کھربوں سال فضاؤں میں چمکتا دکھتا رہا۔۔۔۔۔ اللہ کی حمد کرتا
 رہا۔۔۔۔۔ وہ دیکھتا ہر جو کسی آنکھ نے نہ دیکھا۔۔۔۔۔ وہ سنتا ہر جو کسی کان نے نہ سنا۔۔۔۔۔ اللہ

۴۷

نے اپنے کرم سے سب کچھ دکھا دیا۔۔۔۔۔ فرمایا۔۔۔۔۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ آسمان و زمین
 میں جو کچھ ہے سب جانتا ہے؟۔۔۔۔۔

جب زمین و آسمان پیدا ہو رہے تھے، آپ مشاہدہ فرما رہے تھے۔۔۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔۔۔
 ارشاد ہوا۔۔۔۔۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان و زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا فرمایا؟۔۔۔۔۔
 ہاں وقت آیا، اللہ نے جب نور محمدی ﷺ کو آشکار کرنا چاہا تو یہ نور آدم علیہ السلام کی بیٹائی میں
 رکھا جو آفتاب کی طرح چمک رہا تھا۔۔۔۔۔ فرشتوں کو نور محمدی ﷺ کی تعظیم و تکریم کا حکم
 ملا۔۔۔۔۔ آئن کی آن میں سب سر بسجود ہو گئے۔۔۔۔۔ سکر اٹھیں، نظر سے محروم تھا کھڑا رہا،
 مردود ہوا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو بھٹایا پھر جو ہونا تھا وہ ہوا۔۔۔۔۔

حضرت شاہ عبداللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مدارج النبوۃ“ میں حضرت سیدنا
 علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی کہ ایک دن روتے روتے حضرت آدم علیہ السلام کے
 دل میں یہ خیال آیا کہ جب میں پیدا ہوا تھا، تب میں نے سابق عرش پر کھٹا دیکھا تھا: لا الہ
 الا اللہ محمد رسول اللہ تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول ﷺ ایسے مقرب بارگاہ الہی
 ہیں کہ ان کا نام رب تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا ہے۔۔۔۔۔ تو حضرت آدم علیہ
 السلام نے عرض کیا کہ ”خداوند، میں اس ذاتی گمراہی کے فضیل معافی چاہتا ہوں۔ مجھے
 معاف فرما۔۔۔۔۔“

حضرت علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھتیگی نے ”دلائل النبوۃ“
 میں حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا:۔۔۔۔۔ اے پروردگار میں محمد ﷺ کے
 وسیلے سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔۔۔۔۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:۔۔۔۔۔

تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا؟ ابھی تو میں نے ان کو پیدا بھی نہیں فرمایا۔۔۔۔۔ حضرت آدم
 علیہ السلام نے عرض کیا:۔۔۔۔۔

میں اس طرح پہچانا کہ تو نے جب مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے اندر روح پھونکی اور اس نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الہ اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ یہ نام لکھا ہے تو یقیناً وہ میرے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدم! تو نے کج کہا۔ یقیناً وہ میرے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے اور جب تو نے اس کے وسیلے سے دعا کی ہے تو میں نے تجھے بخش دیا۔ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا بھی نہ کرتا۔۔۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہاں کی، جان ہے تو جہاں ہے

جب مردِ وفا کے سب مرتلے طے ہو چکے۔ جب امامت و قیادت کا تاج سر پر رکھ دیا گیا۔۔۔
اور جب اللہ کا وہ پہلا گھر تعمیر ہو چکا، تو وادی مکہ کی فضاؤں میں یہ آواز گونج رہی تھی۔۔۔
”اے ہمارے پروردگار! انھیں میں سے، ان میں ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور انھیں خوب پاک صاف کر دے، بے شک تو ہی غالبِ حکمت والا ہے۔۔۔“

یہ آواز عرشِ معلیٰ تک پہنچی اور پھر سارے عالم میں پھیل گئی۔۔۔ ہر آسمانی کتاب میں حضرت محمد ﷺ کی آمد کا ذکر ہونے لگا۔۔۔ اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبی صلی علیہ السلام یہ خوش خبری سناتے ہوئے تشریف لائے۔۔۔ اور مجمعِ عام میں اعلان فرمایا۔۔۔ ”اور اس رسول کی بعثت سناتا ہوں۔۔۔ جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور ان کا نام احمد ﷺ ہے۔“
پھر وہ آنے والا اس شان سے آیا کہ سارا عالم جگمگا اٹھا۔

جس سہانی گھڑی بچکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
اور یہ اعلان کر دیا گیا:

”بے شک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہوا۔۔۔ کہ ان ہی میں سے ان میں ایک رسول

بھیجا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے، انھیں پاک صاف کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔۔۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔“
اللہ کی نعمتیں تو بہت ہیں، بند و ہوشیار ہیں مگر جانِ نعمت آپ ہی ہیں، اسی لئے احسانِ جنابیا جا رہا ہے اور یہی نہیں بلکہ اس انعامِ واحسانِ عظیم کا چرچا کرنے کا حکم اور ارشاد فرمایا:۔۔۔ ”اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔“

چرچا بھی کرو، خوشیاں بھی مناؤ۔۔۔ ارشاد ہو رہا ہے:

”اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے صیحت آئی اور
دلوں کی صحت اور ہدایت و رحمت۔۔۔ ایمان والوں کے لئے۔۔۔
آپ فرمادیتے ہیں کہ اللہ ہی کے فضل اور اس کی رحمت (سے ہے) اس پر
چاہئے کہ خوشی کریں۔ وہ ان کے سب دھن دولت سے بہر ہے۔“

بوٹک آپ کی ذاتِ قدسی سب دھن دولت سے بہر ہے جب ہی تو یہ اعلان فرمایا:۔
”آپ فرمادیتے ہیں اگر تمہارے باپ اور تمہارے بچے اور تمہارے بھائی اور
تمہاری عورتیں اور تمہارے رشتہ دار اور کمائی کے مال اور وہ سودا جس
کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہاری پسند کے مکان۔۔۔“

(یہ چیزیں اللہ۔۔۔ اس کے رسول۔۔۔ اور اس کے راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری
ہوں تو راہ دیکھو کہ اللہ اپنا حکم لائے۔۔۔) اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔۔۔“
اللہ اللہ ایک ایک کر کے وہ سب چیزیں گننا دیں دنیا میں آنے والے ہر انسان کا جن میں
دل الجھتا ہے۔۔۔

ایک ایک چیز اپنی طرف کھینچتی ہے۔۔۔ ایک ایک چیز دل بھاتی ہے مگر ارشاد ہو رہا ہے
کہ ”اگر اللہ اور اس کے رسول کی غلامی منظور ہے تو یہ سب چیزیں چھوڑنی ہوں گی، سب
چیزوں سے دل ہٹانا ہوگا۔۔۔ اس اسی سے دل لگانا ہوگا۔۔۔“

خود حضور اکرم ﷺ فرما ہے ہیں۔

”تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے ماں

باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔“

ہاں محبت نہیں تو کچھ نہیں۔۔۔۔ ساری عبادتیں، ساری ریاضتیں، ساری شب

بیداریاں، زہد تقویٰ کی ساری داستا نہیں بیچ ہیں۔

تمہیں ہو روح رواں ہستی، سکون نظر کا، دلوں کی مستی

ہے دو جہاں کی بھارت سے، تمہیں سے پھولوں میں تازگی ہے

حقیقت میں حضور انور ﷺ کی محبت والفت اور تقسیم و تقیر ہی ایمان کی جان ہے جو محبت

نہیں کرتا اور جو تقسیم نہیں کرتا اور آپ کی پیروی نہیں کرتا اسکا ایمان کامل نہیں۔۔۔۔۔

قرآن حکیم نے تو ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ ہم سارے جہان سے بلاہ کر اللہ اور اس کے رسول

کریم ﷺ سے محبت کریں۔۔۔۔ ہمارے بزرگوں نے جو کچھ پایا اس محبت والفت اس تقسیم و

شکریم سے پایا۔۔۔۔۔

صاحب عرس حضرت الحاج مفتی اعظم مہر مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ بہت بلا سے عالم، ولی

کامل اور عاشق رسول تھے۔۔۔۔ آپ کے عشق کی یہ کرامت ہے کہ آپ نے اس ماہ مبارک

یعنی شعبان المعظم میں وصال فرمایا۔ جس کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرا مہینہ ہے۔ اور

اس دن یعنی پیر کو وصال فرمایا جو حضور اکرم ﷺ کا محبوب دن تھا۔۔۔۔ جس دن آپ اپنے

ظہور قدسی کے شکر میں روزہ رکھتے تھے۔۔۔۔ جس دن کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس

دن میں پیدا ہوا اور اس دن میں نے ہجرت کی۔۔۔۔ اور نماز عصر کے بعد وصال فرمایا جو

نمازوں میں سب سے اعلیٰ نماز ہے۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے عشق کے طفیل

آپ کو ان انعامات سے نوازا۔۔۔۔ اور اس رات یعنی پندرہویں شعبان المعظم کی بڑی

فضیلت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔۔۔۔۔

”تسم اس روشن کتاب کی، بھٹک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا

ہے۔۔۔۔ بے شک ہم آگاہ کرنے والے ہیں۔ اس رات میں ہمارے حکم

سے ہر حکمت والا کام ہانٹ دیا جاتا ہے۔ بھٹک ہم سمجھنے والے ہیں۔۔۔۔۔“

الدرخان ۴۴ (۵-۱)

اللہ تعالیٰ اس رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ کلب کی بھڑوں کے بالوں

کی تعداد سے زیادہ گناہ گاروں کی بخشش فرماتے ہیں۔ اس رات اللہ تبارک تعالیٰ اپنے بندوں

کے رزق تقسیم فرماتا ہے اور پورے سال میں ان سے سرزد ہونے والے نیک و بد اعمال اور

پیش آنے والے واقعات سے اپنے فرشتوں کو باخبر فرماتا ہے۔۔۔۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

”شعبان مہینہ کی پندرہویں رات کو عبادت کرو یعنی یہ رات مبارک ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس رات کو کہ ہے کوئی جو مغفرت کا طلب گار ہو مجھ سے تاکہ میں بخش

دوں، اور تندرستی مانگے تو تندرستی دوں، اور ہے کوئی محتاج کہ آسودہ حالی چاہتا ہو تاکہ اس کو میں

آسودہ کروں، حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ لیکھتے ہوئے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔

آستانہ پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو

پھر تو اے جان جہاں تو ہی تماشائی ہو

حضرت مفتی اعظم کے فضائل و کمالات کے بارے میں کیا عرض کیا جائے۔۔۔۔۔

قلب دوراں تھے مظہر اللہ شاہ

نور ایمان تھے مظہر اللہ شاہ

گل شریعت کے جس میں کھلتے تھے

دو گلستان تھے مظہر اللہ شاہ

ردق بزم زینت ہے ان سے

شیخ فیشان تھے مظہر اللہ شاہ

جن کے سینوں میں درد احمد ہے

ان کے درماں تھے مظہر اللہ شاہ

اللہ تعالیٰ ہم کو حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے نقیض قدم پر چلنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ آمین

(۸)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

(الف)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

چوں کہ ماہ جمادی الثانی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصال فرمایا تھا اس لئے اسی نسبت سے آج میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مختصراً عرض کروں گا۔۔۔۔۔

تمام سلاسل طریقت میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ سلسلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے حضور اکرم ﷺ تک پہنچتا ہے۔۔۔۔۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام اتنا بلند و بالا ہے کہ امت محمدیہ میں کوئی اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔۔۔۔۔ آپ کی شان کیا بیان کی جائے!۔۔۔۔۔ آپ نے اسلام لانے سے پہلے بھی امت پرستی نہیں کی۔۔۔۔۔ آپ کے سامنے جب اسلام پیش کیا گیا تو آپ نے بلا کسی تردد کے اسلام قبول کر لیا، گویا اسلام کی محبت آپ کی فطرت میں امانت رکھ دی گئی تھی۔۔۔۔۔ حضور اکرم ﷺ آپ کے فضائل میں اوروں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم میں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ فرق ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام بلا حجت قبول کیا اور تم نے بہ حجت قبول کیا۔۔۔۔۔ جس وقت سے آپ نے اسلام قبول فرمایا سفر و حضر میں بھی حضور اکرم ﷺ سے علیحدہ نہیں ہوئے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت کا سب سے زیادہ مہربان میری امت پر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور فرمایا کہ جب مجھ کو آسمان پر معراج واقع ہوا۔۔۔ جس آسمان پر گزرنا تھا اس پر اپنا نام لکھا پاتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔۔۔۔۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خیر کے ۳۶۰ فضائل ہیں۔ جب خداوند تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ لنگی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی خصلت ان میں سے اسے عطا کرتا ہے اور وہ اس خصلت ہی کے سبب سے جنت میں داخل کرے گا۔۔۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی ہے یا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سب ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت ایک ایسا شخص آتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہرے بعد اس سے بجز کسی کو پیدا نہیں کیا اور اس کی شفاعت قیامت کے دن پیغمبروں کی مانند ہوگی۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ دیر نہ گزری تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ حضور اکرم ﷺ اٹھے ان سے بظہیر ہوئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

۔۔۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال و اسباب حضور اکرم ﷺ پر قربان کر دیا۔

لایا راہ حق میں کئی بار اس محبت سے

کہ لٹ کر حسن گھری گیا صدیق اکبر کا

۔۔۔ آپ کی مساجد جمادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم ﷺ کی محبوب ترین ازواج مطہرات میں تھیں۔۔۔ آپ ہی کے دولت کدے پر حضور اکرم ﷺ نے آخری ایام

گزارے۔۔۔ آپ ہی کی دولت کدے پر دنیا سے پردہ فرمایا۔ آپ ہی کا دولت کدہ حضور اکرم ﷺ کی آخری آرام گاہ بنا اور آپ ہی کے دولت کدے سے آپ قیامت کے دن جلوہ گر ہوں گے۔۔۔

۔۔۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کی محبت و عشق میں فنا ہو گئے تھے۔۔۔ آپ کی فتانیت کی زندہ نشانی یہ ہے کہ آج جب ہم آپ کے مرتد انور کو تلاش کرتے ہیں تو ہماری نگاہیں گنبد خضرا کی طرف اٹھتی ہیں۔ یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں آنحضرت مصطفیٰ ﷺ میں آپ آرام فرما رہے ہیں۔

۔۔۔ آپ نے یہ شرف بھی حاصل کیا کہ امام انا نبیاً حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے آپ کو امامت کا حکم دیا اور پھر آپ کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی۔۔۔

۔۔۔ آپ حضور اکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضور اکرم ﷺ کے جان فنیق ہوئے اور یہ وہ سعادت ہے جو دئے زمین پر آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

الغرض حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و شوکت بے مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ، ہم کو حضور اکرم ﷺ اور آپ کے محبوبوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔۔۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(ب)

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ○

ترجمہ :- اور جو حج لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی متقی ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سچائی کا ذکر فرمایا ہے۔۔۔ سچائی اللہ کی صفت ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا :-

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا - (سورہ نساء آیت: ۱۲۲)

ترجمہ :- اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے؟

دوسری جگہ فرمایا :-

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَقِيلًا (سورہ نساء آیت: ۸۷)

ترجمہ :- اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے؟

اسی سچائی پر اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کو پیدا فرمایا اور اپنے حبیب کریم ﷺ سے فرمایا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ (سورہ ابراہیم آیت: ۱۹)

ترجمہ :- کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان و زمین حق کے ساتھ بنائے۔۔۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مظہر صفات الہیہ ہیں۔ اسی لئے آپ کی صفت بھی صدق و سچائی ہے۔ آپ صادق ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا :-

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَغِيظًا ۗ وَنُنَبِّئُكَ ۖ (سورہ بقرہ آیت: ۱۱۹)

ترجمہ :- بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا اور ڈر سنا تا۔۔۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منظر جمال محمدی ہیں (ﷺ)۔ اس لئے آپ بھی صادق اور سچے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کے لئے فرمایا کہ وہ سچ لے کر تشریف لائے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے فرمایا کہ انہوں نے سچ کی تصدیق کی ارشاد ہوتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝

(سورۃ الزمر: ۳۳)

ترجمہ: اور جو سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی متقی ہیں۔۔۔۔

اور دوسری آیت میں تمام مومنین کے لئے فرمایا:

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقِينَ ۝

(۱۹/ حدید / ۵۷)

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

(سورۃ القمر: ۵۵-۵۴)

ترجمہ: بیشک پرہیزگار نہروالے بانوں میں سچ کی مجلس میں، عظیم قدرت والے

بادشاہ کے حضور حاضر ہوں گے۔۔

اسی سچ کی محفل میں حاضر ہونے والے وہ سچے بھی ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسن سے وابستہ ہیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت اور ہندوستان کے ممتاز محقق حضرت زید ابو الحسن فاروقی مجددی فرماتے ہیں: "کہ صاحب عرس ہدا امیر مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ ہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں اور صدیقی ہیں۔"

۵۷

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ کو روحانی فیض حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچا ہے۔ تمام سلاسل طریقت میں اس سلسلے کو یہ امتیاز حاصل ہے۔۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عظمت سب پر عیاں ہے۔۔ صاحب عرس حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نسبی اور روحانی دونوں نسبتیں ہیں اور آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفات جمیلہ کا آئینہ ہیں۔۔ کمال یقین و ایمان، جمال عشق مہلکی، صداقت و امانت، بے خوفی اور بے حلی، ہمت و استقامت اور بہت سی دوسری خوبیوں کے آپ مظہر تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام بلند کا۔۔ حضور انور ﷺ کے ان ارشادات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

۱- جسے زمین پر دوزخ سے آزاد کئے ہوئے کو دیکھنا ہو وہ ابو بکر کو دیکھ لے۔

۲- خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کا نام "صدیق" آسمان سے نازل فرمایا۔

۳- عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔

۴- اگر میں اپنی امت میں کسی کو غلیل بنا تا تو ابو بکر کو بناؤ۔

۵- تم غار میں بھی میرے ساتھی تھے اور حوض کوثر میں بھی میرے ساتھ ہو گے۔

غار ثور کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔ جس سے حضور انور ﷺ سے آپ کی بے پناہ عشق و محبت اور ہمت و استقامت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضور انور ﷺ مدینہ منورہ سے ہجرت فرماتے ہوئے غار ثور میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی رفاقت میں ہیں، دشمنی جان چاروں طرف منتشر ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محبوب کریم ﷺ کی طرف سے سخت نگر مند ہیں اور حضور انور ﷺ ان کو دلاسا دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں:

"گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

یہ عیارے کلمات قرآن کریم میں بھی نقل فرمائے گئے ارشاد ہوتا ہے :
 إِذَا خَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَا بَنِي النَّبِيِّ إِذَا هُمَا فِي الْغَادِ إِذْ يَقُولُ
 لِيَصْحَبِي لَأَتَّخِذَنَّ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ج (سورہ قہ ۹ آیت ۴۰)
 ترجمہ : ”جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہو اور صرف
 دو جان سے وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے تم نہ کھا
 بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جین اتارا اور فرشتوں سے مدد کی۔ فرشتوں نے غار کو
 چاروں طرف سے اپنی حفاظت میں لے لیا۔۔۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کی یوں منظر کشی
 فرمائی ہے :

فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ
 الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ
 حَكِيمٌ ۝ (سورہ قہ آیت : ۴۰)

ترجمہ : تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم
 نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اور اللہ ہی کا بول بالا ہے
 اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔۔۔“

اللہ نے اپنے کرم سے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی زندگی میں حضور انور ﷺ کی یہ
 سنت بھی پوری کرادی۔ حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظفر اللہ علیہ الرحمہ ستمبر ۱۹۴۷ء کے
 خونی فسادات کے دوران جب کہ طویل عرصہ کے لئے گرفتار ہوا تھا مسجد تھپوری کے حجرے
 میں تشریف فرما تھے جبکہ مسجد کے چاروں طرف گشت و خون کا بازار گرم تھا۔۔۔ اس واقعہ کے
 یعنی شاہد والد محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی ہیں۔۔۔ ہر طرف موت کے سائے
 منزلارہے تھے۔۔۔ و بہشت کا ساں تھا۔۔۔ حضرت کے خدام گھبرا رہے تھے اور حضرت بہ زبان

پہر اچانک اللہ نے اپنا سکینہ اتارا اولوں کو جین آیا اور فرشتوں کی ان فوجوں سے مدد کی جس
 کو دیکھنے والے نہیں دیکھ رہے تھے۔ کافروں کی بات اللہ نے نیچے ڈالی اور اللہ کا بول بالا ہوا۔
 دشمنان اسلام مسجد میں داخل نہ ہو سکے حالانکہ بظاہر کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ مسجد بھی اللہ کی
 حفاظت میں رہی اور مسجد کی خدام بھی اللہ کی حفاظت میں رہے مفتی اعظم علیہ الرحمہ حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روحانی اور نہیں نسبتیں رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان نسبتوں کی
 لاج رکھی۔۔۔ مفتی اعظم کو وہ طمانیت و سکون عطا فرمایا جس کو سن سن کر لوگ حیران ہوتے
 ہیں۔ آپ کے سارے خدام کو اللہ تعالیٰ نے سکون و جین کی دولت سے مالا مال فرمایا۔۔۔
 المختصر حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفات
 کاملہ سے متصف تھے اور ان کے حسن و جمال باطنی کے آئینہ دار تھے وہ صدیق اکبر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ جن کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
 ”جیسے زمین پر دوزخ سے آزاد کئے ہوئے کو دیکھنا ہو وہ ابو بکر کو دیکھ لے۔“

اللہ تعالیٰ نے مفتی اعظم کو اس ماہ مبارک میں بلایا جو حبیب کریم ﷺ کا مہینہ تھا۔ (یعنی
 شعبان المعظم)۔۔۔ آپ کی قبر شریف بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت
 کے مطابق مسجد شریف (اللہ کے گھر) ہی میں زیارت گاہ خاص عام ہے۔۔۔

مثل ایوان عمر مرقد فروزاں ہو تیرا
 نور سے محصور یہ خاکِ شبتان ہو تیرا

مولا تعالیٰ ہمیں یار غار مصطفیٰ ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جذبہ محبت و
 اطاعت رسول ﷺ کی بھیک ہم کو بھی عطا فرمائے اور ہمارا جینا و مرنا اسی محبت و اطاعت میں ہو۔

لہ میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
 اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے ا

(۹)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

يَحْزَنُونَ ۝ (سورہ یونس آیت ۶۲)

ترجمہ: من لو یحکب اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم
آج سے تقریباً ۶۰ سال پہلے عراق کے بادشاہ ملک فیصل نے خواب میں دیکھا کہ دو
بزرگ ان سے کہہ رہے ہیں ہمارے مزاروں میں پانی اور نمی آنا شروع ہو گئی ہے ہمارے
مزاروں کو دریائے دجلہ سے کچھ فاصلے پر منتقل کر لیں۔۔۔ بادشاہ نے یہ خواب دیکھا اور بھول
گیا۔۔۔ دوسری رات وہی بزرگ خواب میں آئے اور وہی بات کہی جو پہلی رات کہی تھی۔۔۔
بادشاہ یہ دوسرا خواب بھی بھول گیا۔۔۔ تیسری رات وہ بزرگ عراق کے مفتی اعظم کے
خواب میں آئے اور فرمایا ہم دور اتوں سے مسلسل بادشاہ سے کہہ رہے ہیں مگر وہ بھول جاتے
ہیں آپ بادشاہ کو متوجہ کریں اور ہماری قبریں منتقل کرائیں۔۔۔
مفتی اعظم صبح وزیر اعظم کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس خواب کا
ذکر کیا۔۔۔

بادشاہ نے کہا میں بھی دور اتوں سے مسلسل یہ خواب دیکھ رہا ہوں۔۔۔ طے یہ پایا کہ پہلے یہ
معلوم کرایا جائے کہ دریائے دجلہ کا پانی مزارات کی طرف آگیا رہا ہے یا نہیں۔۔۔ رپورٹ یہ
ملی کہ دریا کا پانی مزارات کی طرف نہیں جا رہا ہے۔۔۔ چنانچہ بادشاہ اور مفتی اعظم دونوں

۶۱

خاموش ہو گئے لیکن رات کو پھر وہی بزرگ خواب میں آئے اور بادشاہ کو تاکید کی کہ مزارات
کو جلد منتقل کر دو۔ پھر دوسرے مفتی اعظم کے خواب میں آئے اور سختی سے ہدایت کی ہمارے
مزارات جلد از جلد منتقل کر دو دریا کا پانی چلا آ رہا ہے۔۔۔ چنانچہ اب شاہ عراق اور مفتی اعظم فکر
میں پڑ گئے، بالآخر مفتی اعظم نے فتویٰ جاری کیا کہ مزارات کو کھول کر دونوں بزرگوں کو وہاں
سے منتقل کر دیا جائے۔۔۔ آپ کو معلوم ہے یہ دونوں بزرگ کون تھے؟۔۔۔ یہ تھے حضور
اکرم ﷺ کے صحابی حضرت حذیفہ الیمانی اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔۔۔
فتویٰ جاری ہونے کے بعد شاہ عراق کا فرمان اخبار میں شائع کر دیا گیا کہ بقرعید کے روز
قبر کی نماز کے بعد دونوں مزارات کھولے جائیں گے یہ خبر شائع ہوتے ہی حج کے موقع پر
آئے ہوئے دنیا کے لاکھوں مسلمانوں نے شاہ عراق سے اپیل کی کہ اس کام کو چند روز ملتوی
کر دیا جائے تاکہ وہ بھی شریک ہو سکیں، اس کے علاوہ دنیا کے اکثر ممالک سے تار آنا شروع
ہو گئے کہ ہم بھی زیارت کے لئے آنا چاہتے ہیں، چنانچہ شاہ عراق نے مجبوراً اس کام کو دس دن
کے لئے ملتوی کر دیا۔۔۔ حالی اخبارات میں اس کا اعلان کر دیا گیا۔۔۔ بغداد سے چالیس میل کے
فاصلے پر سلمان پاک کے نام سے ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں بھی عراق کا دارالسلطنت
ملان تھا۔ یہاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار شریف بھی ہے اور یہیں ان
دونوں صحابیوں کو منتقل کیا جانا تھا۔۔۔ جس روز ان صحابیوں کی میتیں قبروں سے نکالی جانے والی
تھیں اس روز دنیا کے یہاں پانچ لاکھ انسان موجود تھے انہوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے
دیکھا پھر کے روز دوپہر ۱۲ بجے قبروں کو کھولا گیا۔ دونوں کی مبارک بیوں کو نکال کر مسریوں
پر رکھا گیا۔۔۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان دونوں مبارک بیوں کا گفن تک میلا نہیں ہوا
تھا۔۔۔ پتے چمک رہے تھے۔ داڑھی کے بال صحیح سلامت تھے۔۔۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں
اور ان کی پراسرار چمک کے سامنے کسی کی آنکھ ٹھہر نہ سکتی تھی۔۔۔ بڑے بڑے ڈاکٹر یہ منظر
دیکھ کر حیران رہ گئے۔۔۔ تیرہ سو برس گزر گئے لیکن یوں معلوم ہوتا تھا دونوں کو انتقال ہونے

۳، گھٹے ہوئے ہیں۔۔۔ دنیا کا ایک مشہور جرمن ماہر چشم ڈاکٹر یہ منظر دیکھ کر فوراً مفتی اعظم کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔۔۔

بیوں کو مسیروں پر رکھا گیا، شاہ عراق، مفتی اعظم ترکی کے وزیر مختار اور شاہ فاروق نے کنڑھا دیا۔ اور ادب و احترام سے شیشے کے تابوٹوں میں رکھ دیا پھر باقاعدہ جنازہ اٹھایا گیا۔۔۔ بادشاہوں نے، وزیروں نے، علما نے اور دنیا سے آئے ہوئے لاکھوں مسلمانوں نے کنڑھا دیا۔۔۔ منوں پھول برسائے، سلامیاں دیں اور شان و شوکت کے ساتھ اللہ اکبر کے فلک شکاف نغروں کی گونج میں دونوں کو مدائن میں سپرد خاک کر دیا گیا۔۔۔ یہ تاریخ کا ایسا حیرت انگیز واقعہ ہے جس سے مسلمانوں کا ایمان تو تازہ ہوتا ہے۔ لیکن یہود و نصاریٰ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ جن یہودیوں اور عیسائیوں نے یہ منظر دیکھا وہ جوق در جوق مسجدوں میں گئے اور خوشی خوشی اسلام قبول کیا۔۔۔ اس موقع پر مسلمان ہونے والوں کی تعداد کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے، ان لوگوں کے لئے یہ واقعہ عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ان حضرات عالیہ کے مقام کو پہچانا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ آنکھ عطا فرمائے کہ ہم ان حضرات کو پہچان سکیں اور ان کی یادوں سے اپنے دل آباد کر سکیں۔ آمین۔۔۔

ہو اگر خود گرد خود گرد خود گرد خود گیری خودی

یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



(۱۰)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

ارشادات امام ربانی

مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ

درس مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ

(۵ مہینے اول ۱۱۵ھ ۳۱ جولائی ۱۹۹۶ء)

اس وقت جس مکتوب شریف کا تشریح و خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے وہ مکتوبات شریف جلد دوم کا مکتوب نمبر ہے۔ یہ مکتوب شریف بہاری خاں کے نام لکھا ہے جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اولاد میں تھے اور اپنے قبیلہ کے سردار تھے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس مکتوب شریف میں بتایا ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیسے حاصل ہوتی ہے۔۔۔ اخلاص یہ ہے کہ جو کام کیا جائے اللہ کے لئے کیا جائے نہ صلے کی خواہش ہو نہ تعریف و توصیف کی تمنا بلکہ اگر کوئی تعریف بھی کرے تو ناگوار معلوم ہو۔۔۔

حضرت مجدد علی الرحمہ اس مکتوب شریف میں فرماتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اس وقت میسر آتی ہے جب انسان اللہ کے علاوہ سب کی غلامی سے آزاد ہو کر اپنی توجیہ کا قبیلہ اُس کی ذات کے سوا کسی اور کو نہ مانے۔۔۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اللہ کے نبی، اللہ کے رسول اور اللہ کے ولی اللہ کے نزدیک غیر اللہ میں شامل نہیں ہیں کہ ان حضرات عالیہ کی طرف توجیہ اللہ ہی کی طرف توجیہ ہے۔۔۔ اللہ کی طرف کمال توجیہ کی علامت یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے خوشی اور مسرت، درد و تکلیف جو کچھ بھی پہنچے وہ ایک جیسی معلوم ہو بلکہ رنج و الم زیادہ کھلے معلوم

(۱۱)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَوْنِيْمِ
 اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (سورة المائدہ: ۳۵)

ترجمہ: اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔۔۔۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وسیلے کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے اور اپنے تقرب کے لئے وسیلے کو ضروری قرار دیا۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ وسیلہ نظام کائنات کا اہم ضابطہ ہے۔۔۔ اس کے بغیر انسان کا چلنا اور زندگی بسر کرنا مشکل ہے۔۔۔ زندگی میں جس طرح تقلید کے بغیر چارہ نہیں اسی طرح وسیلہ کے بغیر چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زبان کو بولنے کا وسیلہ بنایا۔۔۔ کان کو سننے کا وسیلہ بنایا۔ آنکھ کو دیکھنے کا وسیلہ بنایا۔۔۔ اسی طرح زندگی کے اور وسیلے بنائے۔

○

انسان تین چیزوں سے مرکب ہے۔۔۔ جسم۔۔۔ دماغ۔۔۔ اور روح۔۔۔ ان تینوں کے لئے اللہ جبارک و تعالیٰ نے وسیلے پیدا فرمائے ہیں۔۔۔ جسم کی تربیت کے لئے والدین کو مرنی اور وسیلہ بنایا۔۔۔ ذہن اور دماغ کی تربیت کے لئے استاد کو مرنی اور وسیلہ بنایا۔۔۔ اور روح کی تربیت کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرت اہل اللہ کو مرنی اور وسیلہ بنایا۔۔۔

اللہ جبارک و تعالیٰ نے جن چیزوں کا خود ذمہ لیا ہے اس کے لئے بھی وسیلہ کو ضروری فرمادیا ہے۔۔۔ مثلاً

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔۔۔۔

۶۷

وَمَا مِنْ ذَاتٍ فِي الْمَآْذِنِ اِلَّا عَلٰى اللّٰهِ رِزْقُهَا (سورة صود: ۶۱/۱۲)
 ”اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو“
 لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا:
 وَاَنْ لِّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا مَسَعَتْ (سورة النجم: ۳۹)

”اور انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے اس نے کوشش کی“۔۔۔

گویا اللہ جبارک تعالیٰ نے کوشش اور جدوجہد کو انسانی معیشت کا ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا۔۔۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ براہ راست عطا فرمائے پر قادر نہیں۔۔۔ بے شک وہ قادر ہے۔۔۔ چنانچہ بنی اسرائیل پر براہ راست من و سلوئی اتارا گیا۔۔۔ اسی طرح بیت المقدس میں حضرت مریم علیہا السلام، حضرت ذکریا علیہ السلام کے زیر کفالت تربیت پاری تھیں تو ان کے لئے اللہ کے فرشتے براہ راست پھل اور میوے لایا کرتے تھے۔۔۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بھی ظہور میں آئی۔۔۔ یہ ساری باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔۔۔ لیکن اس کا قانون یہ ہے کہ وہ اس عالم آب و گل میں جب عطا فرماتا ہے ذریعہ اور وسیلہ سے عطا فرماتا ہے۔

وسیلہ میں ایک نکتہ یہ ہے۔۔۔ کہ جس کو وسیلہ بنایا جاتا ہے اس کو سرفراز کیا جاتا ہے۔۔۔ مثلاً ہمارے جسم کی تربیت کے لئے والدین کو ذریعہ اور وسیلہ بنایا ہے۔۔۔ اور پھر ان کو اتنا محترم بنایا کہ ان کی رضا سے جنت واصلہ کر دی اور ان کی ناراضگی سے دوزخ بیوستہ کر دی۔۔۔ اور یہاں تک فرمایا کہ تمہارے والدین تمہارے لئے جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی ہیں۔۔۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا ”جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے“۔۔۔

ذہن و دماغ کی تربیت کے لئے استاد کو وسیلہ بنایا اور اس کو اتنی عزت بخشی کہ صحابہ جیسی برگزیدہ شخصیتوں نے اپنے غیر مسلم معلموں کو سوار یوں پر بٹھایا اور ان کے احترام میں پیدل چلے۔۔۔ اسی طرح خلیفہ ہارون رشید کے پوٹوں نے اپنے استاد کی جوتیاں اٹھائیں۔

۶۔۔۔۔۔ ہاری شریف میں ہے کہ قیامت کے دن لوگ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آخر میں حضور اکرم ﷺ سے مدد طلب کریں گے۔۔۔۔۔ حالانکہ سب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے پھر بھی حضور ﷺ کا وسیلہ طلب کریں گے۔

۷۔۔۔۔۔ امام طبرانی روایت کرتے ہیں۔۔۔۔۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی راستے سے بھٹک جائے یا امداد کا طلب گار ہو اور وہ ایسی زمین ہو جہاں کوئی مددگار نہ ملے گا تو کہے:

یا عباد اللہ انظرونی اور ایک روایت میں ایہیونی بھی آیا ہے

یعنی اے اللہ کے بندو امیری امداد کرو،۔۔۔۔۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

۸۔۔۔۔۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہماری زندگی تمہارے لئے بھڑ ہے۔۔۔ تم لنگو کرتے ہو اور تمہارے ساتھ لنگو کی جاتی ہے۔۔۔ اور ہماری وفات تمہارے لئے بھڑ ہے۔۔۔ تمہارے اعمال ہمارے سامنے پیش کئے جائیں گے۔۔۔ تو ہم جو اچھا کام دیکھیں گے۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے۔۔۔ اور جو برا کام دیکھیں گے تو تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں گے۔۔۔ (کشف الاستار ۳۹۷/۸۴۵) والویلعی فی فردوس الاخبار عن انس ۲/۲۱۹ انس (۲۵۲۳) وابن عدی فی الکامل ۳/۹۴۵ و ابن سعد فی الطبقات الکبریٰ ۲/۱۹۴ والقاضی اسماعیل فی فضل الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ، انبیاء صلعم السلام اور صلحا امت کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔۔۔ خود قرآن کریم نے جب یہ فرمایا۔

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝

(سورۃ فاتحہ: ۵-۶)

”دکھا ہم کو سیدھا راستہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔۔۔“

یہاں صاف صاف اللہ کے ٹیک بندوں کے نقوش قدم کو وسیلہ بنانے کا حکم دیا لیکن ہم غور نہیں کرتے، اس میں شک نہیں اگر ہم نے اہل اللہ سے پیچھے پھیر لی اور ان کے نقوش پا کر چھوڑ دیا تو پھر ہدایت نہیں مل سکتی۔ اسی لئے فرمایا۔

فَهَبْ الْمَغْلُوبَ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ (سورۃ فاتحہ: ۷)

ان لوگوں کے راستے سے دور رکھ جنہوں نے حیر سے پیاروں سے پیچھے پھیر لی۔ ان کے نقوش قدم کو چھوڑ دیا، پھٹکارے ہوئے گمراہ ہو گئے۔۔۔

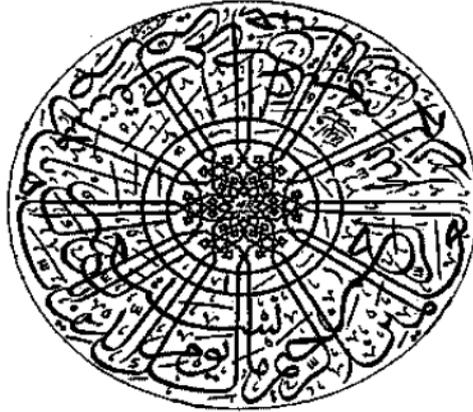
ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جن کے نقوش قدم پر چلنے کا سورہ فاتحہ میں حکم دیا گیا ہے۔ صاحب عرس جد امجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ بھی تھے۔۔۔ آپ دہلی کے جلیل القدر عارف کامل اور محدث وقت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ اور شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرلے۔ شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت تھی۔۔۔ اور اس نسبت کا فیض شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ نے بھی حاصل کیا ۱۳۱۳ھ کی عمر تھی۔۔۔ کہ مکان شریف کے ولی کامل حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عارف کامل حضرت مولانا کن الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا۔۔۔ کہ دہلی جاؤ اور صاحبزادہ مظہر اللہ شاہ کو ہارے پاس لاؤ۔ تاکہ ان کو ہم اپنے فیض سے نوازیں۔۔۔ وہ راجستھان سے دہلی حاضر ہوئے اور دہلی سے حضرت مفتی اعظم کو لے کر پنجاب میں سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔۔۔ آپ کی یہ شان تھی کہ جو فرمایا کرتے وہ پورا ہو کر رہتا۔۔۔ گویا آپ کی رضا میں اللہ کی رضا تھی۔۔۔ اس بلند مقام پر آپ فائز تھے۔ ایسی بلند وبالا ہستی نے حضرت مفتی اعظم کو بیعت کیا اور ایک ہی توجیہ میں کامل اکمل بنا دیا۔ اسی توجیہ کا اثر تھا کہ حضرت مفتی اعظم نے ۱۳۱۳ھ کی عمر سے جو نماز تہجد شروع کی تو ۸۴۳ھ پر اس برس کی عمر تک تہجد کی نماز کبھی ناغہ نہ کی۔ اجازت سنت کی یہ شان تھی۔۔۔ سید صادق علی شاہ ہی کا یہ فیض تھا کہ حضرت مفتی اعظم

بھی اس بلند مقام پر فائز ہوئے جو کہ دیا پورا ہو کر رہا۔۔۔ جو صحبت میں ہتھکان کر گیا۔۔۔ دور دراز علاقوں میں جو مرید کسی تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہوا، ان کی ایک ہی توجیہ سے وہ پریشانیوں دور ہو گئیں۔۔۔ آپ کے دست حق پرست پر ہزاروں ہندو اور عیسائی مشرف باسلام ہوئے۔۔۔ جن کو دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا، ان کے تصور سے بھی ایمان تازہ ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے نقش قدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ظاہر اور باطن کو حضور اکرم ﷺ کی سنت سے آراستہ و پیراستہ رکھے۔ آمین

رواقیہ یوم زیست ہے ان سے -- شیخ فیضان ہیں مظہر اللہ شاہ
جن کے سینوں میں درد احمد ہے -- ان کے درماں ہیں مظہر اللہ شاہ
جن کو قرمت ملی ہوئے کامل -- فیض عرفان ہیں مظہر اللہ شاہ

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(ب)

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ (سورة المائدہ: ۳۵)

اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔۔۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وسیلہ کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے اور اپنے تقرب کے لئے وسیلے کو ضروری قرار دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وسیلہ نظام کائنات کا ایک اہم ضابطہ ہے۔ اس کے بغیر انسان کا کھل ہونا مشکل ہے۔۔۔

انسان تین چیزوں سے مرکب ہے۔۔۔ جسم۔۔۔ دماغ۔۔۔ اور روح۔۔۔ ان تینوں کیلئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے وسیلے پیدا فرمائیں۔۔۔ جسم کی تربیت کے لئے والدین کو مرنی اور وسیلہ بنایا۔۔۔ ذہن اور دماغ کی تربیت کے لئے استاد کو مرنی اور وسیلہ بنایا۔۔۔ اور روح کی تربیت کے لئے حضرات انبیاء عظیم السلام اور حضرات اہل اللہ کو مرنی اور وسیلہ بنایا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے جن چیزوں کا خود ذمہ لیا ہے اس کے لئے بھی وسیلہ کو ضروری فرما دیا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

”اور زمین پر کوئی ایسا چلنے والا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔“

ایک جگہ فرمایا:

”اور انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے اس نے کوشش کی۔۔۔“

گویا اللہ تبارک تعالیٰ نے کوشش اور جدوجہد کو انسانی معیشت کا ذریعہ اور وسیلہ قرار

دیا۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ براہ راست عطا فرمائے پر قادر نہیں۔۔۔ بے شک وہ قادر ہے۔۔۔ چنانچہ بنی اسرائیل پر براہ راست من و سلوئی اتارا گیا۔۔۔ اسی طرح جب بیت المقدس میں حضرت مریم حضرت زکریا کے زیر کفالت تربیت پائی تھیں تو ان کے لئے اللہ کے فرشتے براہ راست پہل اور میوے لایا کرتے تھے۔۔۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بھی ظہور میں آئی۔۔۔ یہ ساری باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔۔۔ لیکن اس کا قانون یہ ہے کہ وہ اس عالم آب و گل میں جب عطا فرماتا ہے ذریعہ اور وسیلہ سے عطا فرماتا ہے۔۔۔

وسیلہ میں ایک نکتہ یہ ہے۔۔۔ کہ جس کو وسیلہ بنایا جاتا ہے اس کو سرفراز کیا جاتا ہے۔۔۔ مثلاً ہمارے جسم کی تربیت کے لئے والدین کو ذریعہ اور وسیلہ بنایا۔۔۔ اور پھر ان کو اتنا محترم بنایا کہ ان کی رضا سے جنت والہ سے کردی اور ان کی ناراضگی سے دوزخ بیخستہ کر دی۔۔۔ اور یہاں تک فرمایا تمہارے والدین تمہارے لئے جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی ہیں۔۔۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

”جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔“

ذہن اور دماغ کی تربیت کے لئے استاد کو وسیلہ بنایا اور اس کو اتنی عزت بخشی کہ صحابہ جیسی برگزیدہ شخصیتوں نے اپنے استادوں کو سواریوں پر بٹھایا اور ان کے احترام میں پیدل چلے۔۔۔ اسی طرح خلیفہ ہارون رشید کے پیروں نے اپنے استاد کی جوتیاں اٹھائیں۔۔۔ روح کی تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ عظیم اور اہل اللہ کو مرلی بنایا اور ان کو اپنا برگزیدہ بنا کر سرفراز فرمایا۔۔۔ سورہ فاتحہ میں ان کا ذکر فرمایا۔۔۔ وہ سورہ فاتحہ جو قرآن کی روح ہے۔۔۔ وہ سورہ فاتحہ جو اللہ تعالیٰ کی عطائے خاص ہے۔۔۔ اس سورہ فاتحہ میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہدایت کی۔۔۔ کہ جب وہ عبادت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوا کریں تو یہ کہا کریں:۔۔۔

”ہمیں ان محبوبوں کا راستہ دکھا جن پر تو نے انعام فرمایا۔“

اس طرح اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کو یہ عظمت بخشی کہ ان کے نشان قدم کو پوری کائنات کے لئے صراطِ مستقیم بنادیا اور وسیلہ ہدایت و نجات۔۔۔ ان عظمت والوں کی شان یہ ہے کہ جب کوئی چیز ان سے وابستہ ہوتی ہے۔۔۔ تو وہ کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو ایسی محترم ہو جاتی ہے کہ اس دیکھا کیجئے۔۔۔ پتھر کی کیا حقیقت ہے؟۔۔۔ لیکن جب اس پتھر پر اللہ کے محبوب نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوتے ہیں۔۔۔ تو پتھر اتنا محترم ہو جاتا ہے کہ اس پتھر کو سجدہ گاہ بنالو۔۔۔ یعنی جس مقام پر حضرت ابراہیم نے بیت اللہ بنایا وہاں تم نمازیں پڑھو۔۔۔ یہ پتھر حرم کعبہ میں آج تک محفوظ ہے۔۔۔ کپڑے کی کیا حقیقت ہے؟۔۔۔ جب وہی کپڑا پیر بن یوسف بناتا ہے تو بے نور آنکھوں کو نور عطا فرماتا ہے اور ایسا محترم ہو جاتا ہے کہ خود قرآن اس کا ذکر کرتا ہے۔۔۔ کہ جب وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے رخ ڈیا پر ڈالا جاتا ہے تو بے نور آنکھیں نور سے چمک اٹھتی ہیں۔۔۔ بال کی کیا حقیقت ہے؟۔۔۔ لیکن جب حضرت خالد بن ولید سرکارِ دو عالم ﷺ سے نسبت رکھنے والے موئے مبارک کو اپنے صافے میں رکھتے ہیں۔۔۔ اور وہ صافہ بچن کر جو جنگ لڑتے ہیں کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔۔۔ انہوں نے زندگی میں بہز (۷۲) تہتر (۷۳) جنگیں لڑیں۔۔۔ لیکن موئے مبارک کی برکت سے دشمن بھی ان پر غالب نہ آسکا۔۔۔ ہر دشمن پر وہی غالب رہے۔۔۔

ذکر یہ کر رہا تھا کہ برگزیدہ اور محبوب شخصیتوں سے جس کو نسبت ہو جاتی ہے خواہ وہ کتنا ہی حقیر ہو اپنا یک سر بند ہو جاتا ہے۔۔۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ایک ٹوٹی پھوٹی کرسی کہ متعلق جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شہنشاہ کی کرسی ہے تو یہ کرسی جس کو کوڑی کے مول لینے کو کوئی تیار نہ تھا۔۔۔ اب بڑی سے بڑی قیمت دینے کو تیار ہے۔۔۔ کیوں؟۔۔۔ اس لئے کہ شہنشاہ کی نسبت نے عالی بنادیا۔۔۔

بچ یہ ہے کہ نسبتوں کی دنیا عجیب دنیا ہے۔۔۔ صاحبِ مرس جدِ امجد مفتی اعظم شاہ محمد منظر اللہ۔۔۔ دہلی کے جلیل القدر عارفِ کامل اور محدثِ شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ کے پوتے

تھے۔ اور شاہ محمد مسعود ان کے مرثیہ۔ شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت تھی۔ اور اس نسبت کا فیض شاہ محمد مظہر اللہ نے بھی حاصل کیا تھا۔ ۱۴ برس کی عمر تھی۔ کہ مکان شریف کے ولی کامل حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عارف کامل حضرت مولانا کن الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا۔ کہ دہلی جاؤ اور صاحبزادہ مظہر اللہ شاہ کو ہمارے پاس لاؤ۔ تاکہ ان کو ہم اپنے فیض سے نوازیں وہ راجستھان سے دہلی حاضر ہوئے اور دہلی سے حضرت مفتی اعظم کو لے کر پنجاب میں سید صادق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ کی یہ شان تھی جو فرمایا کرتے وہ پورا ہو کر رہتا۔ گویا آپ کی رضا میں اللہ کی رضا تھی۔ اس بلند مقام پر آپ فائز تھے۔ اسی بلند مقام پر حضرت مفتی اعظم کو سہ کیا اور ایک ہی توجہ میں کامل اکمل بنا دیا۔ اسی توجہ کا اثر تھا کہ حضرت مفتی اعظم نے ۱۴ برس کی عمر سے جو نماز تہجد شروع کی تو ۸۴ برس کی عمر تک تہجد کی نماز کبھی ناغہ نہ کی۔ اجازت سنت کی یہ شان تھی۔ سید صادق علی شاہ کی کا یہ فیض تھا کہ حضرت مفتی اعظم بھی اس بلند مرتبے پر فائز ہوئے جو کہ دیا وہ پورا ہو کر رہا۔ جو صحبت میں بیٹھیں کہ وہ دور دراز علاقوں میں جو مرید کسی تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہوا، ان کی ایک ہی توجہ سے وہ پریشانی دور ہو گئیں۔ ان کے مقام کا اس بات سے اندازہ لگائیں کہ جب ان کے ایک مرید پریشانیوں سے مجبور ہو کر سندھ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ عتیق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ رات کو قیام کیا۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مجلس جہی ہے۔ مسند پر حضرت مفتی اعظم بیٹھے ہیں۔ سامنے عقیدت مندوں کی طرح حضرت شاہ عتیق تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت اپنے مرید کو جلال کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اس خواب نے مرید پر واضح کر دیا کہ ان کا شیخ کتنا کامل ہے۔ چنانچہ جب وہ اپنے شیخ کی طرح متوجہ ہوئے۔ تو ان کی پریشانیوں دور ہو گئیں۔ حضرت مفتی اعظم کا فیض اس وقت بھی جاری تھا جب وہ اس دنیا میں تھے۔ اور اب بھی جاری ہے جب وہ اس دنیا میں ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان کے بہت سے مریدوں نے

۷۷

اپنے واقعات بیان کئے جن سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فیض پوری قوت کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے نقش قدم پر چلائے اور ان کے فیض سے سرفراز فرمائیں۔ آمین

رواقیہ ہم زبیرت ہے ان سے۔ شیخ نیشن ہیں مظہر اللہ شاہ

جن کے سینوں میں درواحمہ ہے۔ ان کے درمیں ہیں مظہر اللہ شاہ

جن کو قرمت ملی ہوئے کامل۔ فیض عرفاں ہیں مظہر اللہ شاہ

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



(۱۲)

تَعْمَدُهُ وَتُصَلِّيَ عَلَيَّ رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
 اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الدِّيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ

الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ (سورہ مریم ۱۶/۱۹)

ترجمہ: بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کے مقرب ان کے لئے رحمن محبت کر دے گا۔
 محبت بڑی دولت ہے، یہ مل گئی تو سب کچھ مل گیا، یہ نہ ملی تو کچھ نہ ملا۔ حضور انور ﷺ
 نے دنیا کے بدلے اسی محبت کو طلب فرمایا۔ چنانچہ جب انصار مدینہ نے آپ کے خرچ کے
 لئے مال و دولت پیش کیا تو آپ نے یہی فرمایا:-

قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ بَيْنَ الْقُرْبٰى ۝

(سورہ شوریٰ: ۲۳، ۲۴)

ترجمہ:- تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔
 یعنی اہلبیت کی محبت۔۔ ازواج مطہرات کی محبت۔۔ صحابہ کی محبت۔۔ اور جو ان سے
 محبت کرنے والے ہیں ان کی محبت۔۔

حضور انور ﷺ نے دعا بھی فرمائی تو محبت ہی کے لئے فرمائی۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:-

الھم انی اسئلك حبك و حب من یحبك و حب عمل یقر بنی

الھك۔۔

یعنی اے اللہ میں تجھ سے میری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت مانگتا ہوں جس سے تو

محبت کرتا ہے اللہ اور اس کام کی محبت جس کو تو محبوب رکھتا ہے۔۔

حضور انور ﷺ نے اعلان فرمایا:-

الا لا ایمان لمن لا محبة له، الا لا ایمان لمن لا محبة له، الا

لا ایمان لمن لا محبة له

یعنی خبردار ہو جاؤ! جسکے دل میں محبت نہیں اس کے دل میں ایمان نہیں۔۔ آگاہ ہو جاؤ
 جسکے دل میں محبت نہیں اس کے دل میں ایمان نہیں۔۔ ہوشیار ہو جاؤ! جس کے دل میں
 محبت نہیں اس کے دل میں ایمان نہیں۔۔

اس میں شک نہیں اللہ اور رسول کی محبت ایمان کی جان ہے۔۔ اقبال نے صحیح کہا ہے۔

محبت ہی سے پائی ہے شفا ہمار تو توں نے

کیا ہے اپنے خست خستہ کو بیدار قوموں نے

حضور انور ﷺ اللہ کے محبوب ہیں۔۔ جس کے دل میں آپ کی محبت ہوگی وہ بھی اللہ کا

محبوب ہو جائے گا۔۔ اس آیت کریمہ میں اسی راز محبت کو کھولا گیا ہے۔۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّبْکُمْ اللّٰهَ

(سورہ آل عمران ۳۱/۳)

ترجمہ:- اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو، اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو

میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔۔

حضور انور ﷺ مرکز محبت ہیں۔۔ انھی آپ دنیا میں بھی تشریف نہ لائے تھے کہ دل آپ

کی طرف کھینچ رہے تھے۔۔ یہود و نصاریٰ آپ کے وسیلے سے دعائیں مانگ رہے تھے۔۔ قرآن

گواہ ہے۔۔۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلِیْ یَسْتَفْیِحُوْنَ عَلَی الدِّیْنِ كَفَرُوْا ۝ (سورہ البقرہ: ۸۹)

ترجمہ:- اور وہ اس کے آنے سے پہلے اس کے وسیلے سے کافروں پر فحش و فسق کی دعائیں

مانگا کرتے تھے۔

کوئی ایسا محبوب نہ دیکھا۔۔۔ آپ کی محبوبیت سب سے نرالی ہے۔۔۔ جو آپ پر ایمان نہیں لاتا، وہ بھی محبت کرنے پر مجبور ہے۔۔۔ بے شمار کتابوں میں ہزاروں غیر مسلموں کے محبت بھرے اقوال و اشعار موجود ہیں۔۔۔

چنانچہ آپ کی شان میں ایک ہندو شاعر ہری چند لکھتا ہے۔

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صہرا کر دیا
کس نے قندروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زخمہ ہو جاتے ہیں جو مر جاتے ہیں اس کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسخا کر دیا؟

ایک اور ہندو شاعر بھگن ناتھ آزاد لکھتا ہے۔۔۔

سلام اس پر جلائی تلخ عرفان جس نے سیفون میں
کیا حق کے لئے بے تاب، سجدوں کو، جبینوں میں
سلام اس پر ملایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ
مے سکت کا چھلکا، جہاں میں جس نے پیانہ

ایک سکھ شاعر کنور مندر سنگھ ہیدی لکھتا ہے۔۔۔

تھیل معرفت ہے محبت رسول کی
ہے ہرگی خدا کی، اطاعت رسول کی
تسکین دل ہے سرور کون و مکان کی یاد
سزایہ حیات ہے، الفت رسول کی
اتنی سی آرزو ہے اے رب، دو جہاں
دل میں رہے تیرے محبت رسول کی

آپ نے ملاحظہ فرمایا، ایمان نہ لانے کے باوجود غیر مسلم بھی آپ ﷺ کی محبت کی آرزو کر رہے ہیں۔

○

دنیا میں ہزاروں قسم کے تمغے دیئے جاتے ہیں۔۔۔ ان تمغوں سے عارضی عزت ملتی ہے، جو خواب و خیال بن کر رہ جاتی ہے۔۔۔ مگر تمغہ محبت کوئی نہیں دیتا۔۔۔ تمغہ عزت کوئی نہیں دیتا۔۔۔ اور نہ دے سکتا ہے۔۔۔ یہ تو عالم کا پالٹا ہوا ہیوتا ہے اور دے سکتا ہے۔۔۔ جو آئیہ کریمہ طاہرہ کی گئی۔۔۔ اس میں اسی تمغہ محبت کا ذکر ہے۔۔۔ فرمایا جو اللہ اور رسول پر ایمان لایا۔ اور جس نے رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ٹیک کام کئے۔۔۔ اس کو ہم تمغہ مؤدت عطا فرمائیں گے۔۔۔ محبت اور مؤدت میں بڑا فرق ہے۔۔۔ محبت مٹ سکتی ہے۔۔۔ مؤدت نہیں مٹتی، اللہ ایسی محبت عطا فرماتا ہے جو مٹ نہیں سکتی۔۔۔ اور ایسی عزت عطا فرماتا ہے جو کوئی چھین نہیں سکتا۔۔۔ اسی لئے فرمایا:۔۔۔

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (سورہ منافقون: ۸/۱۳)

اور عزت تو اللہ کے لئے ہے۔۔۔ اللہ کے رسول کیلئے۔۔۔ اور مؤمنین کے لئے۔۔۔

یہ وہ عزت ہے جو نہ ڈگریوں سے ملتی ہے۔۔۔ نہ بڑے بڑے عہدوں سے۔۔۔ نہ مال و دولت سے۔۔۔ یہ محبت و عزت ہے ہی ملتی ہے۔۔۔ جب اللہ کا خاص کرم ہوتا ہے۔۔۔

○

جیسا کہ عرض کیا گیا حضور انور ﷺ مرکز محبت ہیں۔۔۔ سب کے دل آپ کی طرف کھینچے گئے، چنانچہ آپ کا نام سن کر سندھ سے غیر مسلموں کا ایک وفد مدینہ منورہ حاضر ہوا اور ایک سری لنگا سے حاضر ہوا، سارے جہاں سے قافلے آنے لگے۔۔۔ اللہ اکبر!۔۔۔ من دیکھے دلوں میں محبت پھوٹ رہی ہے۔۔۔ سبحان اللہ!۔۔۔ ہزاروں میل کی مسافتیں طے کر کے زائرین حاضر ہو رہے ہیں۔۔۔ حضور انور ﷺ کے طفیل یہ ی محبت اولیاء اللہ کے حصے میں آئی۔۔۔ منع کرنے والے منع کرتے کرتے ٹھک گئے۔۔۔ مگر جانے والوں کا سیلاب رکنے پہ نہیں آتا۔۔۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ وہ کیا چیز ہے جو مدینہ منورہ حاضرین کے لئے بے قرار

کر رہی ہے۔۔۔ وہ کیا چیز ہے جو اہل اللہ کی خانقاہوں اور ان کے مزارات پہ حاضری کے لئے بے چین کر رہی ہے۔۔۔ بے شک یہ وہ محبت ہے۔۔۔ جس کا قرآن کریم کی اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے جو آپ کے سامنے تلاوت کی گئی :-

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا

بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عقرب ان کے لئے رخصت محبت کر دے گا۔ اگر ہم کو انفرادی اور اجتماعی طور پر عالم کا محبوب بتا ہے۔۔۔ اور دربار الہی سے تمتع محبت حاصل کرنا ہے۔۔۔ تو پھر حضور انور ﷺ کی پیروی کرنی ہوگی۔۔۔ آپ کی پیروی کے صدقے ہم اللہ کے محبوب بن جائیں گے۔۔۔ اور جو اللہ کا محبوب بن گیا۔۔۔ وہ سارے جہاں کا محبوب بن گیا۔۔۔

کی عمر سے وفا تو نے تو ہم حیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم حیرے ہیں
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

اَفَايُّكُمْ اَفْتَرِ الْكَلِمَةَ
وَلَسَوْفَ نَعْتَمِدُ بِحَمَلِكِ الْبَدْرِ

(۱۳)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَنْ يُعِظْكُمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ

تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝ (سورۃ الحج: ۳۲)

”اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو یہ اس کے دل کی
پرہیزگاری کی علامت ہے۔۔۔“

اس آیت میں اللہ جبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی نشانیوں کو اپنی نشانی قرار دیا اور ان کی تعظیم و تکریم کو دل کی پاکیزگی کی علامت قرار دیا یعنی جو شخص بھی اللہ کے محبوب بندوں کی نشانیوں کی عزت کرتا ہے اس کا دل ایمان سے روشن ہے اور جو شخص تعظیم نہیں کرتا اس کا دل ایمان کی روشنی سے محروم اور تاریک و سیاہ ہے۔۔۔

حقیقت یہ ہے کہ عظیم انسانوں کی نسبت سے بے قیمت چیزیں بھی قیمتی ہو جاتی ہیں۔۔۔ عشق و محبت اور ایمان و یقین کی دنیا میں نسبت کو بڑی اہمیت حاصل ہے، قرآن کریم نے ہم کو یہ سبق پڑھایا ہے۔۔۔ غور کریں یہ اللہ شریف کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا پتھر پر نشان جس کو مقام ابراہیم کہا جاتا ہے اس طرح محفوظ کیا گیا ہے کہ آج چھ ہزار سال گزرنے کے باوجود وہ اپنی جگہ موجود ہے اور اسی کے لئے قرآن کریم میں یہ حکم ہے کہ مقام ابراہیم کو اپنی سجدہ گاہ بنا لو۔۔۔ وَأَنْجِدُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ (سورہ حجرہ: ۱۶۵) یعنی جس طرف میرے پیارے محبوب اور نور محمدی ﷺ کے امین حضرت ابراہیم علیہ

السلام کا نشان قدم ہے اس طرف سجدہ کرو۔۔۔ جن حضرات نے حج کیا ہے انہوں نے دیکھا ہوگا کہ بیت اللہ کے سات چکر لگانے کے بعد جو واجب نفل پڑھے جانتے ہیں سب پڑھنے والے اپنی پیشانیوں کا رخ مقام ابراہیم کی طرف کرتے ہیں حالانکہ کعبہ تو ہر طرف ہے ہر طرف سجدہ کیا جاسکتا ہے مگر اس سجدہ کی شان ہی کچھ اور ہے کہ جو بیت اللہ کی سمت اس شان سے ہو کہ محبوب رب العالمین کا نشان قدم بھی سامنے ہو۔۔۔ قرآن کریم نے ہم کو تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کا سلیقہ بتایا ہے ایک دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ عقل والے ان مثالوں کو سامنے رکھ کر اپنے قلب و نظر کو سنواریں۔ مگر ہماری بد نصیبی کا حال یہ ہے کہ قرآن کریم کی واضح ہدایت سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے اور ہر نشانی کی تعظیم و تکریم تو کجا نشانیوں کو منانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ایمان کی حرارت ہی نہ رہے۔

۱۔ بیت اللہ کے قریب صفا و مردہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہ السلام اپنے پیسے بچے اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں دوڑی، دوڑی کبھی اس پہاڑی پہ آئیں کبھی اس پہاڑی پہ جاتیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ہاجرہ علیہ السلام کا یہ دوڑنا ایسا بھایا کہ ان دونوں پہاڑیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں قرار دیا اور قرآن کریم میں صاف صاف فرمادیا:-

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ (سورۃ بقرہ: ۱۵۸)

”بے شک صفا و مردہ ہماری نشانیاں ہیں“ پس جو عمرہ کرے یا حج کرے ان پہاڑیوں کے بھی اسی طرح سات چکر لگایا کرے، جس طرح ہمارے محبوب اسماعیل علیہ السلام کی ماں حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے لگائے تھے۔ آپ نے غور فرمایا کہ صفا و مردہ اصل میں حضرت ہاجرہ علیہ السلام کی نشانیاں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں قرار دیا ہے۔۔۔

۲۔ اور ذرا غور فرمائیں بیت اللہ شریف کس نے تعمیر کیا؟ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے۔۔۔ قرآن کریم میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔۔۔ جس گھر کی بنیاد اللہ

کی ان دو محبوب بیٹیوں نے اٹھائی اس کو اللہ نے اپنا گھر قرار دیا اور نہ صرف یہ بلکہ سات چکر لگانے کا حکم دیا۔ اللہ اکبر۔۔۔

حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعمیر کو اللہ نے کتنا تار و تار آج ساری دنیا سے آنے والے لاکھوں حاج اس مقدس گھر پر پروانہ وار فدا ہو رہے ہیں۔ اگر آپ حرم شریف کی محبت سے یہ دلکش نظارہ دیکھیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حرم شریف میں ایک شمع جلتی رہی ہے اور سارے عالم کے پروانے اس پر فدا ہو رہے ہیں۔

اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ سچے مسلمان کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ کے محبوبوں کی اور ہر اس چیز کی جس سے ان محبوبوں کو نسبت ہے دل سے قدر و منزلت کرے اور ان کو کسی طرح بھی کم تر نہ سمجھے بلکہ اپنے دل کو ان کی عزت و احترام سے روشن رکھے اور اس روشنی کو سارے عالم میں پھیلائے۔۔۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



(۱۴)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ
لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَاقًا تَتَّقُونَ

ذَاتَ بَهْجَةٍ ۝ (سورة الخلل: ۶۰)

ترجمہ : یادہ جس نے مائی آسمان اور زمین اور اتار دیا آسمان ستمہارے لئے پانی پھر اگائے ہم نے اس سے باغ رونق والے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ پیاسی زمینوں کو سیراب فرماتا ہے۔ اسی طرح جب دل پیاسے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو بھیج کر دلوں کو سیراب فرماتا ہے۔۔۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا وصال اس مبارک مہینے میں ہوا اللہ کے ولی اور محبوب تھے۔۔۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

”کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب مانتے ہیں تو فرشتوں سے فرماتے

ہیں کہ سارے عالم میں یہ اعلان کر دو کہ یہ ہمارا محبوب بندہ ہے۔۔۔“

اس میں شک نہیں کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبوبیت کا اعلان سارے جہاں میں کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے ایک ہزار برس سے سارے عالم میں آپ کا ذکر کجا رہا ہے اور ہر جگہ آپ کے ذکر و اذکار کی محفلیں سجائی جا رہی ہیں۔

۸۷

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ولی کی نشانی یہ ہے کہ جب اس کو دیکھیں تو اللہ یاد آجائے۔۔۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان یہ ہی تھی کہ آپ کی باتوں اور آپ کے دیدار سے اللہ یاد آتا تھا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ہزاروں یہود و نصاریٰ اور کافر و مشرکین آپ سے اتنے متاثر ہوئے کہ اسلام لے آئے۔۔۔

ابتدائی زمانے میں جب آپ اپنے وطن گیلان سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک قافلے کے ساتھ بغداد شریف جا رہے تھے تو راستے میں ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا اور جب ڈاکوؤں کے سردار نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میرے پاس چالیس دینار ہیں جو میری والدہ نے واسکت میں سی دیئے ہیں اور یہ صیحت فرمائی ہے کہ کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے جب یہ سنا تو اس کے دل پر چوٹ سی گئی اور اس نے سوچا کہ یہ چوہ اپنی والدہ کا اتنا فرماں بردار ہے لیکن میں اپنے اللہ کا اتنا فرمان بردار ہوں کہ ساری عمر لوٹ مار میں گزری اس خیال کا آنا تھا کہ اس نے ڈاکہ زنی سے توبہ کی اور سچا اور پکا مسلمان بن گیا۔۔۔ یہ فیض تھا۔۔۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی سچائی اور صداقت کا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اخلاص سے اللہ کے لئے کام کرتا ہے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث شریف کا آئینہ ہیں۔ آپ ہفتے میں تین بار وعظ فرماتے تھے جس میں ہزاروں لاکھوں انسان شریک ہوتے تھے اور ایسی ایسی باتیں سنتے تھے جو ان کے کانوں نے کبھی نہیں سنی تھیں اور آپ کے وعظ کان پر ایسا اثر ہوتا تھا کہ ہر طرف سے زار و قطار رونے کی آوازیں آتی تھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے اور جب اللہ اس کا ہو جاتا ہے تو اس کا حکم چلنے لگتا ہے اور جو وہ کہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک بارش شروع ہو گئی اور لوگ منتشر ہونے لگے آپ نے آسمان کی طرف نظر کی اور کچھ فرمایا فوراً بارش ختم ہو گئی۔ اسی طرح ایک مرتبہ راستے میں ایک عیسائی ایک مسلمان سے بحث کر رہا تھا کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ سے افضل ہیں کیونکہ وہ مردہ زندہ کرتے تھے۔ راستہ چلتے جب آپ نے یہ سنا تو فرمایا کہ اگر ہم مردہ زندہ کر دیں تو کیا تو اسلام لے آئے گا؟ اس نے کہا ”ہاں“ قرعہ ایک پرانی قبر تھی آپ نے اس طرف توجہ فرمائی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ مردہ زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور عیسائی اسی وقت مسلمان ہو گیا۔۔۔ حضور ﷺ کے شہزادوں اور غلاموں کی شان یہ ہے کہ مردے کو زندہ کر دیتے ہیں۔۔۔ خود حضور ﷺ نے تو ایک مردے کو نہیں بھرا مردہ عالم کو زندہ کر دیا۔۔۔ انہی کے طفیل سارے عالم کو زندہ کر لی۔

اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہاں کی، جان ہے تو جہاں ہے
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



(۱۵)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ
الصَّادِقِينَ ۝

(سورہ التوبہ: ۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے لوہا اللہ کی صحبت اختیار کرنے اور ان سے صحبت ہونے کی ترغیب دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اگر تم اپنی زندگی مانا چاہتے ہو تو یہی ہوئی اور سوری ہوئی ہستیوں کے پاس نکلنا تاکہ تم بھی بن جاؤ اور سنو جاؤ۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق اور پالنے والا ہے۔۔۔ وہ علیم وخبیر ہے۔۔۔ اس سے زیادہ ہمارے احوال سے اور کون واقف ہوگا۔۔۔ جب وہ فرما رہا ہے۔۔۔ کہ ”سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“ تو ہمیں اس حکم کے آگے سر جھکا دینا چاہئے اور اس کے دوستوں اور محبوبوں سے تعلق رکھنا چاہئے۔۔۔

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ محبت کا بہت اثر ہوتا ہے۔ جموں نے انسان کے ساتھ بیٹھنے والا انسان جموں ہی ہوتا ہے اور سچے انسانوں کے ساتھ بیٹھنے والا انسان سچا ہوتا ہے۔۔۔

میں ایک مثال عرض کرتا ہوں۔۔۔ ”ہین میں چائے کے باغات کے چاروں طرف چینی کے پھولوں کی باڑھ لگادی جاتی ہے۔۔۔ پھولوں کی خوشبو چائے کے پودوں سے گرائی رہتی ہے یہاں تک کہ یہ خوشبو چائے کے پودے میں رس لاس جاتی ہے اور پھر اس چائے کا نام ”سفید چینی“ ہو جاتا ہے۔ ”White Jessamine“ اسی چائے کا نام ہے۔ جب چینی کی پودوں کی محبت میں چائے کے پودے خوشبو سے مہک جاتے ہیں تو تک انسان کی محبت

صداقت کے چراغ روشن کئے۔۔ انہیں فلاسوفوں میں میرے جدا محمد مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظفر اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں اس جزا اور استقامت سے نوازا تھا۔۔ آپ کے ذمہ جو حق پرست پریشمار ہندو مسلمان ہوئے۔۔ لیکن حسم ہند کے بعد بھی جب آپ کے ذمہ جو حق پرست پر ہندو اسلام قبول کرنے لگے تو حکومت کو فکر ہوئی۔ حکومت ہند نے آپ کو لکھا۔۔ مگر آپ مفتی ہیں، شاہی مسجد کے امام ہیں۔۔ اس لئے آپ فتویٰ دینے پر ہیں اور نمازیں پڑھاتے رہیں۔۔ مگر آپ یہ بتائیں کہ ہندوؤں کو مسلمان کیوں کرتے ہیں۔۔ آپ نے حکومت ہند کو اسی خط پر یہ کلمات تحریر فرما کر خط واپس کر دیا کہ ”مجھ سے نہ پوچھو کہ کیوں مسلمان کرتا ہوں اس بات مسلم سے پوچھو کہ وہ کیوں آیا۔۔ سبحان اللہ۔“

ہزار خوف ہوں لیکن زبان ہو دل کی رفیق

میں رہا ہے ازل سے ظندروں کا طریق

۷۳ کے خوریز قسادات کے بعد جبکہ کسی مسلمان کو زبان کھولنے کی ہمت نہ تھی۔ مفتی اعظم شاہ محمد مظفر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حیرت انگیز جرأت اور ہمت کا مظاہرہ فرما کر دنیا کو حیران کر دیا۔۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ”کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوٹوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“ تاکہ جنہیں سچائی پر استقامت نصیب ہو اور سچ بولنے وقت کسی کنگش میں مبتلا نہ ہو۔ آپ غور فرمائیں گے تو معلوم ہو گا کہ عدل و صداقت پر معاشرے کی جان ہے۔۔ جس معاشرے میں انصاف ہو، جس معاشرے میں سچ کا نال باہا ہو، وہ کبھی تہہ وہ بالا نہیں ہو سکتا۔۔ اگر ہمیں اس بچڑے ہوئے معاشرے میں عدل و صداقت کو پروان چڑھانا ہے تو چھوٹوں کے ساتھ ہونا ہو گا۔ جب تک ہم اہل اللہ کے دامن سے وابستہ نہیں ہوں گے۔۔ ہماری حالت درست نہیں ہو سکتی اور ہم ایسی ترقی و خوشحالی کی طرف قدم نہیں بڑا سکتے جو ہمیں سکون اور چین کی منزل تک پہنچا دے۔

چاہئے چھوٹوں کو جتنا چاہئے

یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہئے

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

(۱۶)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اعلیٰ حضرت ایک ہمہ گیر و عالمگیر شخصیت

۱۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۹۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب برصغیر کے حالات و مگر گوں تھے اور غوثی انقلاب آنے والا تھا اور مسلمانوں کے حالات اور افکار و اعمال میں ایک بیجان برپا تھا، ایسی تحریکیں چل پڑی تھیں جنہوں نے ایمان و یقین کو کمزور کر دیا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے جب ہوش سنبھالا تو اپنی خدا داد ایمانی اور علمی قوت سے گرتے ہوئے کو چلایا، آپ نے مسلمانوں کے ایمان و یقین کو متزلزل اور عشق و محبت کو برباد ہونے نہ دیا اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی ایسی شمع روشن کی جس نے تاریک فضاؤں کو روشن کر دیا، آپ نے زندگی کی ایک ایسی لہر دوڑائی جس نے نرودوں کو زندہ کر دیا، آپ نے دور جدید کی خوفناک شکستوں اور ناکامیوں میں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی، آپ نے پوری اسلامی تاریخ سے کشید کر کے مسلم ثقافت پیش کی، آپ نے روایتی حکمت و دانش کو زندہ رکھا، آپ نے جدید سائنس کے مقابل اسلام کا دفاع کیا، آپ نے عالمی برادری کا اسلامی تصور پیش کیا اور حقیقی اسلامی برادری کا تحفظ کیا، آپ نے عصر جدید کو مذہب اور تصوف کی شاندر روایت کو باہل کرنے نہ دیا، آپ نے عقائد و جماعت کی حفاظت کی، وہ عقائد جو اسلام کی اساس ہیں۔۔۔ آپ ایک عظیم مدد اور جہاں دیدہ مبعصر تھے۔ آپ کی اصل اہمیت یہ ہے کہ وقت نے آپ کو سچا اور صحیح ثابت کیا اور وقت کی گواہی سچی اور اٹل ہے۔ بلاشبہ آپ ایک ہمہ گیر اور عالم گیر شخصیت تھے۔۔ اعلیٰ حضرت کی ہمہ گیریت اور عالم گیریت کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ جو علوم و فنون اعلیٰ حضرت کے علم میں تھے بلکہ ان علوم و فنون میں آپ سے تصانیف بھی یادگار چھوڑیں اور یہ حقیقت نہایت حیرت ناک ہے کہ اعلیٰ حضرت نے مستقبل کے ان علوم

وفات کی بھی نشان دہی کی جو ابھی باقاعدہ وجود میں بھی نہیں آئے تھے۔۔۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ آپ نے ملت اسلامیہ کے دینی، اخلاقی، معاشی، تعلیمی اور سیاسی مسائل جو حل پیش کیا تھا۔ ایک صدی گزر جانے کے باوجود عالم اسلام کے مسائل کے لئے آج بھی وہی طرح مؤثر ہیں۔ تیسری نشانی یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی حیات و تعلیمات اور علمی آثار پر دنیا کے چار براعظموں :- براعظم ایشیاء، براعظم یورپ، براعظم امریکہ اور براعظم افریقہ کی جامعات اور تحقیقی اداروں میں کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اس کی تفصیل پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی کتاب ”امام احمد رضا اور عالمی جامعات“ (۱۹۹۰ء کراچی) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے علمی قبضوں سے علمائے اسلام اور ستمائے اسلام کی یاد تازہ کر دی اور ان کے شاندار تسلسل کو قائم رکھا۔ منقولات اور مقولات میں آپ نے اردو، فارسی اور عربی میں جو لاتعداد تصانیف اور شرح و حواشی پیش کیں ان سے آپ کی حیرت انگیز وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کے بہت سے قلمی منظومات کے کس ”ادارہ تحقیقات امام رضا“ میں موجود ہیں۔ ۳۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے فتوؤں کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے جو منقولات و مقولات کا جامع ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں ہندوستان و پاکستان سے شائع ہو چکی ہیں۔ اس پر علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی گرائی میں رضا فاؤنڈیشن، لاہور مزید کام کر رہا ہے، منصوبہ کی تکمیل کے بعد فتاویٰ رضویہ ۳۰ سے ۴۰ کے درمیان جلدوں تک تکمیل جاسے گی۔ انشاء اللہ۔۔۔ اب تک تقریباً تیرہ (۱۳) جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ تاریخ فتاویٰ میں اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رضویہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک ایک فتویٰ میں بیسیوں حوالے موجود ہیں جن کو پڑھ کر فیہر مفتی بھی مفتی بن سکتا ہے۔

۴۔ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے اور نبوت کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے ناموس ’مطلقاً ﷺ کی حفاظت فرمائی اور نام نہاد

قائدین کی سخت مزاحمت فرمائی، مسلسل رسالے لکھے اور فتویٰ جاری کئے۔۔۔ سیرت پاک سے متعلق اگر اعلیٰ حضرت کے رسالے اور فتویٰ جمع کئے جائیں تو سیرت النبی ﷺ پر ایک عظیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ان کی ہر کتاب میں سیرت ہی سیرت جھگڑ رہی ہے۔۔۔

۵۔ اعلیٰ حضرت نے ادب و شاعری کی مجازی محبوبوں سے محبت عشقی اور حقیقی محبوب کا ایسا رنگ دکھایا کہ سارے نگ پھیکے پڑ گئے۔۔۔ فن شاعری میں نعت کو اتنا بلند کیا کہ پوری اردو شاعری سختی رہ گئی۔۔۔ آپ نے اپنی نعتیہ شاعری سے ملت میں ایک نئی روح پھونک دی۔۔۔ آپ کا نعتیہ کلام حدائقِ عشق کا نہایت ہی خوب صورت ایڈیشن ”رضا اکیڈمی سمی“ نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا ہے اور ”مستجاب حدائقِ عشق“ کا خوب صورت ایڈیشن سرہند پبلی کیشن، کراچی نے ۱۹۹۵ء میں شائع کیا۔۔۔ اعلیٰ حضرت کی عربی شاعری کا پورا مجموعہ ”مہماتین الغفران“ کے عنوان سے جامعہ اذہر کے استاد شیخ سید حامد محمد احمد عبد الرحیم اللہ خاں احمدی نے مرتب کیا ہے جو ۱۹۹۹ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، رضا داد لاشاعت اور رضا اکیڈمی، اشار پورٹ کے تعاون سے لاہور میں شائع ہو گیا ہے۔۔۔

۶۔ اعلیٰ حضرت کے عہد میں معاشرے میں بہت سی بدعات رائج ہو گئی تھیں۔۔۔ اعلیٰ حضرت نے سختی سے اس کا رد فرمایا اور ایک ایک بدعت کے رد میں تحقیقی مقالے، رسالے اور فتویٰ صادر فرمائے۔۔۔ مولانا یحییٰ انور مصباحی نے اپنی کتاب ”امام احمد رضا اور بدعات و منکرات“ (دہلی ۱۹۸۵ء)، پروفیسر فاروق القادری نے اپنی کتاب ”فاضل بریلوی اور امور بدعت“ (لاہور) اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب ”خوب و ناخوب“ میں ایسی بہت سی بدعات کی نشاندہی کی ہے جس کے خلاف اعلیٰ حضرت نے قلم اٹھایا ہمارے معمولات میں بھی بہت سی ایسی چیزیں داخل ہو چکی ہیں جس کی اعلیٰ حضرت نے سخت مخالفت فرمائی۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت کے افکار و خیالات کی روشنی میں ہمیں اپنی اصلاح کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔۔۔

۷۔ جدید علوم و تحقیق نے جو انوں کو بہت سزا کر دیا تھا۔۔۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے عہد کے سائنسدانوں کو پہنچ کر کے جو انوں کو حیران کر دیا اور ان کا ایمان متزلزل نہ ہونے دیا۔۔۔ ۱۹۱۹ء کو کوشش نقل کے نتیجے میں آفتاب میں گھاؤ پیدا ہو گئے جس سے زمین کے بعض علاقوں میں قیامت صغیر برپا ہو گئی شائع ہوئی۔۔۔ جب اعلیٰ حضرت کو انگریزی اخبار-Daily Ex-press (شمارہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء) کا تراشہ ترجمہ کر کے یہ خبر سنائی گئی تو اعلیٰ حضرت نے اس کو لٹو فرما دیا۔ پھر اس پیش گوئی کے رد میں ایک مقالہ ”عینین عینین ہیر ذور عینین و سکون زمین“ قلم بند فرمایا جس میں نے اسے پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا رد فرمایا۔۔۔ چنانچہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو سب نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نے جو فرمایا تھا وہی سچ ثابت ہوا۔۔۔ اوزبک ختن اتفاق نہایت مبارک اور قابل توجہ ہے کہ یکم صفر المظفر ۱۳۱۹ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان نے کامیاب آئینی دھماکوں کا آغاز کیا (مطابق ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء)۔۔۔ یہ وہی میدان ہے جس میں اسلام کے عظیم مدبر اور سائنسدان امام احمد رضا خان بریلوی علیہ رحمہ (م۔ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ) اور ایک اور عظیم مفکر و صلح شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ (م۔ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۰۲ھ) نے وصال فرمایا یقیناً یہ اسلامی میدان برصغیر کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ انشاء اللہ۔۔۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالے کے بعد علم حیات پر دو دقیق مقالے ”فوز مبین رد و رد حرکت زمین“ (بریلی) اور الکلمۃ المملیہ فی الحکمۃ المحکمہ لوہاء فلسفہ المشتملہ“ (دہلی ۱۹۷۳ء) قلم بند فرمائے۔۔۔ جن میں جدید و قدیم فلسفیوں اور سائنسدانوں کا رد فرمایا ہے۔

۸۔ اسلامی حکومت مزاج کے اعتبار سے غیر مذہبی تھیں، خالص مذہبی ہے کیونکہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔۔۔ اعلیٰ حضرت کے آخری زمانے میں ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۱ء کے درمیان جب تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات چلیں

اور ہندو مسلم اتحاد کی باتیں ہونے لگیں تو اعلیٰ حضرت نے اس خیال کی سخت مزاحمت و مخالفت فرمائی اور دو قوی نظریہ کا احیاء کیا یہ وہ زمانہ تھا جب قائد اعظم محمد علی جناح اور ڈاکٹر محمد اقبال بھی ایک قوی نظریہ کے حامی تھے اعلیٰ حضرت کے انقلابی جدوجہد نے ان دونوں قائدین کی رہنمائی کی۔۔۔ ہم ابھی تک اعلیٰ حضرت کے سیاسی تدبیر کو خراج عقیدت پیش نہیں کر سکے، ہم دور جاہلیت کی اسی پرانی ڈگر پر چل رہے ہیں اور اعلیٰ حضرت کی عیب جوئی میں لگے ہوئے ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ آمین۔۔۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے رسالے ”المصححۃ المؤمنۃ توتہ“ میں دو قوی نظریہ کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔۔۔ جس کو پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنے مقالے ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ (۱۹۸۸ء کراچی) میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اعلیٰ حضرت کے سیاسی تدبیر اور فکری گہرائی کو اجاگر کیا ہے۔۔۔ کولمبیا یونیورسٹی کی فاضل ڈاکٹر اوشاسا نیال نے بھی اپنے مقالہ ڈاکٹریٹ (مطبوعہ دہلی ۱۹۹۶ء) میں اس کا ذکر کیا ہے۔۔۔

۹۔ نصاب تعلیم، اسلامی طرز حکومت میں جیادوی اہمیت کا حامل ہے۔۔۔ اعلیٰ حضرت نے جدید نظام تعلیم کے خلاف سخت جدوجہد فرمائی جو انگریز حاکموں نے مسلمانوں کے مزاج و معاشرت کے بدلنے اور اسلام سے دور کرنے کے لئے نافذ کیا تھا۔۔۔ اعلیٰ حضرت نے نظام تعلیم اور اقتصادی نظام کا ایک خاکہ پیش کیا۔۔۔ جس کا تفصیلی ذکر علامہ جلال الدین قادری نے اپنی کتاب ”امام احمد رضا خان کا نظریہ و تعلیم“ (لاہور)، پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے اپنے مقالے ”فاضل بریلوی کے معاشی نکات جدید معاشیات کے آئینے میں“ (لاہور ۱۹۷۸ء) اور کیمبرج یونیورسٹی کے انگریز نو مسلم استاد ڈاکٹر محمد ہارون نے اپنے مقالے ”امام احمد رضا صاحب بریلوی“ کا عظیم اصلاحی منصوبہ“ (کراچی ۱۹۹۷ء) میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔۔۔

انحصار اعلیٰ حضرت اپنے دور کی ایک عظیم شخصیت تھے ان کا علم ہمہ گیر اور عالمگیر تھا ان کے اثرات بھی ہمہ گیر اور عالمگیر ہیں۔۔۔ ہمیں ہر قسم کے تعصب اور تنگ دلی سے بالاتر رہ کر اعلیٰ حضرت

کے حیرت انگیز کمالات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔۔۔۔۔ دنیاء اسلام اعلیٰ حضرت کے پیغام سے بہت کچھ حاصل کر سکتی ہے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر محمد ہارون نے اپنے مقالے ”امام احمد رضا خان بریلوی کی عالمی اہمیت“ (کراچی ۱۹۹۷ء) میں اس حقیقت کو خوب آشکار کیا ہے۔۔۔۔۔ وقت آگیا ہے کہ ہم آنکھیں کھولیں اور جو کچھ نہ دیکھا تھا وہ دیکھیں۔

کھول آنکھ زمین دیکھ ، فلک دیکھ ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
شکریہ

مَدِينَةُ الْمَدِينَةِ
بَنِي سُلَيْمَانَ
وَمَدِينَةُ الْمَدِينَةِ
بَنِي سُلَيْمَانَ

(۱۷)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

تحریک پاکستان پر فکر رضا کے اثرات

- ۱۔ عظیم انسان زمانے سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ زمانے کو متاثر کرتے ہیں۔ امام احمد رضا ان عظیم شخصیتوں میں نہایت ہی ممتاز ہیں۔ آپ نے نہ صرف اپنی صدی کو متاثر کیا بلکہ آنے والی صدیوں کو بھی متاثر کیا اور زوال پذیر مسلم معاشرے میں ایسی حیرت انگیز روح بھونکی جس نے نردوں کو زندہ کر دیا۔۔۔۔۔ آپ نے دو قومی نظریہ کا احیا کیا اور مسلمانوں کا تاریک مستقبل روشن کیا۔
- ۲۔ دو قومی نظریہ اسلام نے پیش کیا ہے جو نہایت سادہ اور دل آویز ہے حضور انور ﷺ نے کفار و مشرکین مکہ کے سامنے اعلان فرمایا۔۔۔۔۔

لَكُمْ دِيْنِكُمْ وَلِيّ دِيْنِي ۝

”تمہیں تمہارا دین، اور مجھے میرا دین“۔۔۔۔۔ (الکافرون: ۹)

- اس نظریہ کی بنیاد نفرت پر نہیں معقولیت پر ہے۔۔۔۔۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو سارا عالم امن کا گوارا بن جائے۔۔۔۔۔ یہ ضابطہ بین الاقوامی سیاست کا ایک اہم ستون ثابت ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔
- ۳۔ اکبر بادشاہ کے آخری دور حکومت میں ہندوؤں کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا تھا اور مسلمان ہندوؤں کے طور طریقے اپنانے لگے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی نے ان نازک حالات میں ملی تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے دو قومی نظریہ کا احیا کیا اور سخت جدوجہد فرمائی جس کے نتیجے میں اورنگ زیب عالم گیر جیسی عظیم شخصیت سامنے آئیں۔ اورنگ زیب حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم سے بیعت تھے۔
- حضرت مجدد الف ثانی نے دو قومی نظریہ کے احیا کے لئے عشق رسول ﷺ اور احیائے سنت

رسول ﷺ پر زور دیا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھی تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) اور تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) کے نتیجے میں مسلمان اور ہندو اسی قریب آگئے کہ ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے لگنے لگے، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے ملی تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے سخت جدوجہد کی، آپ نے دو قومی نظریہ کا اہم کیا، محقق رسول ﷺ اور اجتہاد رسول ﷺ پر زور دیا اور اسی کو ذوال پذیر ملت کے لئے تریاق و اسیر قرار دیا۔ یہ وہی دو قومی نظریہ جو آگے چل کر تحریک پاکستان (۱۹۴۰ء) کی بنیاد بنا۔

۴۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کے زمانے میں بعض ذہنوں میں تقسیم ہند کی بات آنے لگی تھی، جب حقوق پامال کئے جاتے ہیں تو تقسیم کی بات ہونے لگتی ہے۔ لیکن اس زمانے میں ڈاکٹر محمد اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح ایک قومی نظریہ کے سنی سے حامی تھے۔ تقسیم ہند کی پہلی باقاعدہ تجویز (۱۹۲۵ء) میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے عبداللہ ریاضی کے نام سے شائع ہوئی۔

یعنی امام احمد رضا محدث بریلوی کے وصال (۱۹۲۱ء) کے تقریباً چار سال بعد پھر (۱۹۳۰ء) میں سیاسی پلیٹ فارم سے ڈاکٹر محمد اقبال نے تقسیم کی ہند کی تجویز پیش کی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلیفہ اور مشہور عالم دین مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے قائل سب سے پہلے اس تجویز کی حمایت کی۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ وہ مفکرین جو چند سال پہلے ایک قومی نظریہ کے حامی تھے۔ دو قومی نظریہ کے حامی کیسے ہو گئے؟۔۔۔ ہر انسان کو ماحول متاثر کرتا ہے۔ غیر منقسم ہندوستان کی نفسائیں امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قومی نظریہ کے نعروں سے گونج رہی تھیں۔ یقیناً آپ کے نعروں کی گونج ان مفکرین کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوئی ورنہ اس فکری انقلاب کا کوئی سبب اور محرک نظر نہیں آتا، پبلک امام احمد رضا نے ڈاکٹر محمد اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کی فکری رہنمائی فرمائی۔۔۔ اور پھر آگے چل کر ۱۹۴۰ء میں تحریک پاکستان کا آغاز ہوا۔

۵۔ جس سال تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز پیش کی گئی اسی سال یعنی ۱۹۴۷ء میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی اس تنظیم نے ملت اسلامیہ کی اصلاح کے لئے ملک گیر جدوجہد کی جس کا تفصیلی ذکر مولانا جلال الدین قادری نے اپنے فاضلانہ مقالے میں کیا ہے اور کولمبیا یونیورسٹی کی فاضلہ ڈاکٹر کوٹا سائیل نے بھی اپنے مقالے "Devotional Islam and politics in British India" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ مقالہ ۱۹۹۳ء میں Oxford University Press نے شائع کیا ہے جو براعظم یورپ، ایشیا اور امریکہ وغیرہ میں پھیل چکا ہے اس مقالے میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تحریک پر سیر حاصل صحت کی گئی ہے اور تحریک پاکستان کے حوالے سے امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۳۸ء-۱۸۸۲ء)، مفتی محمد برہان الحق جنم پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۸۳ء-۱۸۹۲ء) اور شاہ اولاد اور رسول محمد میاں مارہروی (۱۹۵۲ء-۱۸۹۲ء) کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔۔۔

۶۔ جیسا کہ عرض کیا گیا، آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۲۵ء میں وجود میں آئی۔ اس نے مسلم معاشرے کی اصلاح کے لئے ملک گیر مہم چلائی اور ۱۹۳۵ء میں قرار داد پاکستان منظور ہونے کے بعد اس مہم کو اور تیز کر دیا اور اسی تنظیم کی سرپرستی میں (۱۹۳۵ء میں ہارس (بھارت) میں علماء اہلسنت کا تاریخ ساز عظیم اجتماع ہوا جس میں علمائے اہلسنت نے مختلف طور پر قرار داد پاکستان کی حمایت کی اور ایک ہمہ گیر اور عظیم جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان وجود میں آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ "نگر و خیال" بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلے خیال آتا ہے پھر چیز وجود میں آتی ہے۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے خیالوں کی رہنمائی فرمائی اور نظریات کی تعمیر کی، یہی ان کا عظیم کارنامہ ہے۔ پاکستان کی بنیادوں میں ان کا خون جگر شام ہے۔۔۔

۷۔ آخر میں یہ وضاحت کرنا چاہوں گا کہ اہلسنت نے جس پاکستان کی حمایت کی وہ وہ پاکستان تھا جہاں زندگی کے ہر شعبے میں قرآن و سنت کی عملداری اور حکومت ہوتی۔ ہمیں اپنے لگے و عمل کی اصلاح و تعمیر کے لئے جدوجہد کو جاری رکھنا چاہیے تاکہ ہم پاکستان کو اس خواب کے مطابق بنا سکیں جو علمائے اہلسنت اور ہمارے بزرگوں نے دیکھا اور جس کے لئے ہزاروں لاکھوں جاہلیں قربان کر دی گئیں۔

زخمہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیر تقدیر
خواب میں دیکھتا ہے عالم نو کی تصویر

اور جب باگبہ لڑاں کرتی ہے بیدار اسے
کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر
(اقبال)

شکر یہ!

امام احمد رضا کانفرنس، کراچی

(الف) مقام: شیرٹن ہوٹل، کراچی

(ب) تاریخ: ۱۳/ جون ۱۹۹۷ء

(ج) وقت: ۳: ۳۰ صبح



۱۰۳

(۱۸)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

امام احمد رضا اور حضرات نقشبندیہ

احقر کے مقالے کا عنوان ہے:-

”امام احمد رضا اور حضرات نقشبندیہ“ جو اوارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے شائع کر دیا ہے۔۔۔ احقر اس کا غلامہ پیش کر رہا ہے۔۔۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کے لئے سخت جدوجہد فرمائی۔۔۔ وہ بیکرحمت و اخلاص تھے۔۔۔ وہ عاشق رسول ﷺ تھے۔۔۔ انہوں نے اس محبت کی جس نے جان عالم ﷺ سے محبت کی۔۔۔ انہوں نے اس کا ادب کیا جس نے جان جہاں ﷺ کا ادب کیا۔۔۔ انہیں محبت کرنے والوں اور ادب کرنے والوں میں حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی تھے۔ جنہوں نے ایک مکتوب میں فرمایا:-

”آپ علیہ وآلہ صلوة و سلام کے واسطے کے بغیر کسی کا اللہ تک پہنچنا

محال ہے۔۔۔“

اور دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:-

”جن محرومیوں نے حضرت محمد ﷺ کی بے کما اور دوسرے

انسانوں کی طرح آپ کو تصور کیا تو لازمی طور پر وہ آپ کے

منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے آپ علیہ صلوة و سلام

کو رسالت اور رحمت عالیہ کے عنوان سے جانا اور باقی تمام

لوگوں سے ممتاز دیکھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہو گئے

اور محبت پا گئے۔۔۔“

تیسرے مکتوب میں آپ نے یہ حدیث پاک نقل فرمائی ہے :-
 ” تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب

تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے۔۔۔۔۔ ۳

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی حضور انور ﷺ سے یہی والہانہ محبت تھی جس نے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کو آپ کو گرویدہ بنایا۔۔۔۔۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کے جد امجد علامہ محمد رضا علی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے واسطہ تھے۔۔۔۔۔ اور خود امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کو بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔۔۔ امام احمد رضا کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مفتی محمد ضیاء الدین قادری مدنی علیہ الرحمۃ کے جد امجد علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو ”مجتبٰۃ الکلف الثانی“ تحریر فرمایا اور پھر یہ منصب ایسا مشہور ہوا کہ آپ اسی سے اب جانے پہچانے جاتے ہیں۔۔۔ یہی وجہ ہے (بقول شیخ محمد عارف قادری مدنی ضیائی) حضرت ضیاء مدینہ مفتی ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر بار بار فرمایا کرتے تھے :-

”حضرت مجدد تو ہمارے سر کے تاج ہیں۔۔۔۔۔“

”حضرت مجدد تو ہمارے سر کے تاج ہیں۔۔۔۔۔“

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے دہلیہ علوم مظہر اسلام کے صدر مدرس مولانا محمد ظہور الحسنین نقشبندی مجددی تھے۔۔۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے مکتوبات امام ربانی کا گہرا مطالعہ کیا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کے رسائل و کتب اور فتاویٰ میں جاننا مکتوبات امام ربانی کے حوالے ملتے ہیں۔۔۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ تعلیمات مجددیہ سے بے حد متاثر تھے آپ نے اسی مشن کو آگے بڑھایا اور پاکہ ہند میں بد عقیدگی کو مزاحمت فرما کر اہم کارنامہ انجام دیا۔۔۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو حضرات نقشبندیہ سے بڑی محبت تھی چنانچہ آپ مشہور عارف و محدث شاہ فضل الرحمن شیخ مراد آبادی نقشبندی مجددی کی خدمت میں خود حاضر ہوئے اور ان کی عنایات سے نوازے گئے۔۔۔۔۔

مشہور عارف صادق شاہ رکن الدین الوری نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہوئے۔۔۔۔۔ احقر کے جد امجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ نے بھی اہم مسائل سے متعلق امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں استعفاء پیش کئے۔۔۔۔۔ خاندان اعلیٰ حضرت کے خاندان مظہریہ سے گہرے رولہا تھے اور ہیں۔۔۔۔۔

احقر کے جد امجد مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ نے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ اور ان کے متوسلین اور معتقدین پر لگائے جانے والے الزامات کا سخت دفاع کیا۔۔۔۔۔

حضرات نقشبندیہ نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر خوب کام کیا ہے اور آپ کے پیغام کو نائن الاقوامی سطح تک پہنچایا۔۔۔۔۔ ان میں یہ نام قابل ذکر ہیں :-

۱- حضرت والد ماجد حضرت مسعود ملت پرویسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی

۲- علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمۃ نقشبندی مجددی

۳- علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی دامہ مجددی

۴- استاد جامہ الاذہر شیخ حازم محمد احمد عبد الرحیم محفوظ مصری

المختصر حضرات نقشبندیہ نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی سوانح اور تعلیمات پر تحقیق کی۔۔۔۔۔ الحمد للہ یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

خانوادہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ حضور حضرت نقشبندیہ کے مابین قوی تعلق کی اس سے بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ خانقاہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے جاری ہونے والے ماہنامہ ”اعلیٰ حضرت“ کے مدیر مولانا اعجاز انجم لٹلی نے احقر کے والد ماجد مسعود ملت پرویسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے حالات اور علمی خدمات پر بہار یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ المسحت وجماعت میں اتحاد و اتفاق کو قائم و دائم رکھے۔ آمین۔
 - اس دور کی عظمت میں ہر قلب پریشان کو
 وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرمادے
 شکر یہ

حواشی و حوالے

- ۱- احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۱۲۲، جلد سوم، ص ۳۷۸
 ۲- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۶۲، ص ۱۸۸
 ۳- احمد سرہندی: جلد اول، حصہ اول، مکتوبات نمبر ۳۵، ص ۲۰۵



(۱۹)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
 اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(الف)

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط (سورۃ زمر: ۳)

ترجمہ :- خبردار ہو جاؤ اللہ ہی کے لئے خالص عبادت ہے۔۔۔
 اس آیت کریمہ کا مطلوب و مقصود یہ ہے کہ انسان کی پوری زندگی اللہ کی رضا میں ایسی
 ڈھل جائے کہ اپنی کوئی آرزو اور تمنا نہ رہے۔۔۔
 وہی آرزو ہو۔۔۔ وہی تمنا ہو۔۔۔

تھ سے مانگوں میں بھیجی کو کہ سبھی کچھ مل جائے

سو سوالوں سے یہی اک سوال اچھا ہے۔۔۔

دیا میں تین قسم کے انسان ہوتے ہیں :-

(۱) ایک وہ جن کی زندگی حیوانوں جیسی ہے یعنی جو اپنے اور اپنے بچوں کے لئے کھاتے ہیں

اور دوسروں سے بے خبر ہیں۔۔۔

(۲) دوسرے انسان وہ ہیں جو اپنے اور اپنے بچوں کے لئے کھاتے ہیں اور دوسرے عتاجوں اور

مسکینوں کی بھی مدد کرتے ہیں۔۔۔ یہ وہ انسان ہیں جن کی زندگی انسانوں جیسی ہے۔۔۔

(۳) تیسری قسم کے انسان وہ ہیں جو اپنے اور اپنے بچوں کے لئے کچھ نہیں سوچتے، جو کچھ

کرتے ہیں اللہ کے لئے اور اللہ کے بندوں کے لئے۔۔۔ یہ وہ انسان ہیں جن کی زندگی فرشتوں جیسی ہے۔۔۔

ہمارے معاشرے میں پہلی قسم کے انسان بہت ہیں یعنی وہ جو اپنی اور اپنے بچوں کیلئے کھاتے ہیں۔۔۔ دوسری قسم کے انسان بہت تھوڑے ہیں یعنی وہ جو اپنے لئے بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کے لئے سب کچھ کرتے ہیں۔۔۔ ایسے ہی عظیم انسانوں میں وہ ہستی بھی تھی۔۔۔ جن کا نام نامی ہے محمد مظهر اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔ جو مسجد جامع قہداری کے شافی امام اور خطیب تھے۔۔۔ جو ہندوستان کے ملتی اعظم تھے۔۔۔ جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ کامل تھے۔۔۔ وہ ساری زندگی اللہ اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتے رہے، ان کی روزانہ زندگی کے سارے لمحات اللہ اور اللہ کی مخلوق کے لئے وقف تھے۔۔۔ انہوں نے مخلوق سے اپنی کسی خدمت کا معاوضہ طلب نہ فرمایا۔۔۔ پچھ وہی فرمایا جو اللہ کے برگزیدہ رسولوں نے فرمایا!

”ہم تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے ہمارا اجر و ثواب تو اللہ کے ذمہ ہے۔۔۔ وہ ہی ہمارا آقا ہے، اور وہ ہی ہمارا مولا ہے۔۔۔“

ہماری زندگی میں اور ان حضرات عالیہ کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے ہم جو کچھ کرتے ہیں اپنے لئے اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کیلئے۔۔۔ اسی کا نام ”اخلاص“ ہے۔۔۔ اسی کا نام بدگئی ہے اور اسی خوبی سے یہ حضرات جانے پہچانے جاتے ہیں۔۔۔ یہی اخلاص جان ایمان ہے۔۔۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سالار کارواں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ جب حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں کچھ پیش کریں تو تمام صحابہ کرام نے اپنی اپنی ہسات کے مطابق کچھ نہ کچھ پیش کیا مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر کا سارا سامان حضور اکرم ﷺ کے قدموں میں لاکر رکھ دیا۔۔۔ آپ نے دریافت فرمایا:۔۔۔

”۴۰ صدیق اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا؟“

آپ نے عرض کیا، ”اللہ اور اس کا رسول۔۔۔“

اللہ اکبر!۔۔۔ درود شریف پڑھیں

اللہ کے محبوبوں کے اخلاص کا تو یہ عالم ہے کہ وہ اپنے بچے بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں تو انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ اللہ کا حکم ہے کیونکہ یہ نبی کا خواب تھا۔۔۔ انبیاء کا سونا بھی ایسا سونا ہے جس پر ہزار ہزار قربان ہوں۔۔۔ میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم ملا کہ اللہ کی راہ میں اسماعیل کو قربان کر دیں۔۔۔ آپ نے حکم ملتے ہی بیٹے سے پوچھا اور بیٹے نے فوراً اپنی جان پیش کر دی۔۔۔ پھر آپ نے ان کو پیشانی کے بل زمین پر لٹایا۔۔۔

دل تو جاتا ہے اس کے کوسچے میں

جا میری جان، جا، خدا حافظ!

زمین پر لٹانا تھا کہ رحمت الہی جو جس میں آئی اور اچانک آواز آئی۔۔۔

”اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔۔۔“

اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی شان دکھاتا ہے کہ وہ کس طرح اپنی جان ہتھیلی پر رکھے اس کے دربار میں حاضر رہتے ہیں۔۔۔ یہی وہ اخلاص ہے جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔۔۔

إِلَّا لِلَّهِ الدِّينَ الْبِخَالِصِ ۝

یعنی خیر دار ہو جاؤ اللہ ہی کے لئے خالص عبادت ہے۔۔۔ درود شریف پڑھیں۔۔۔

ان حضرات عالیہ کا یہ عالم ہے کہ یہ معیبتوں اور آفتوں کو بھی گلے لگاتے ہیں اور عام

انسانوں کی طرح فرار اختیار نہیں کرتے۔۔۔ اللہ اکبر!

حضرت حسین بن منصور الخلاج رحمۃ اللہ علیہ یہ دعا مانگ رہے ہیں!

”اے اللہ! سارے جہاں کی مصیبتیں اور آفتیں مجھ کو عطا فرما۔۔“

اللہ اللہ یہ حضرات تو بے باں حال کہہ رہے ہیں۔ ع

حیرا کرم کہ تولے دیادل دکھا ہوا

حضرت سجد الف ثانی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ کے محبوبوں کو اللہ کے انعام میں بھی لطف آتا ہے اور ایلام یعنی مصیبت میں بھی لطف آتا ہے۔“ پھر فرماتے ہیں۔۔۔
”انعام سے زیادہ ایلام میں لطف آتا ہے کیونکہ انعام کی لذت میں انسان کا نفس بھی شریک ہوتا ہے اور ایلام کی لذت میں انسان کا نفس شریف نہیں ہوتا۔ اسی لئے اس کی لذت خالص لذت ہوتی ہے۔۔۔“

صاحب مرس حضرت مفتی اعظم کی پاک زندگی ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔۔۔

آپ نے ہر مصیبت کو خوشی خوشی برداشت کیا۔۔

آلام روزگار کو آسان بنا دیا

جو غم ملا اسے غم جاناں بنا دیا

حقیقت یہ ہے کہ جی محبت کا اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب انسان اللہ کی طرف سے آزمائشوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔۔۔ یہ آزمائش کمرے اور کھوٹے انسانوں کو الگ الگ کر دیتی ہے پھر چمکنے والے چمکنے ہیں اور اپنی چمک سے دوسروں کو بھی چمکادیتے ہیں۔۔۔ ع

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

مرا دل بھی چمکادے ، چمکانے والے

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی شان یہ تھی کہ وہ دن رات اللہ کی عبادت اور اللہ کی مخلوق کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔۔۔ کبھی اپنے اور اپنے بچوں کے لئے سوچا ہی نہیں۔۔۔ اپنے سارے معاملات اللہ کے سپرد کر دیئے۔۔۔ یہاں تک کہ خود کو بھی اللہ کے سپرد کر دیا۔۔۔ اور اس کے ہو گئے۔۔۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے تو سارا عالم اس کا

ہو جاتا ہے۔۔۔ حضرت مفتی اعظم کی زندگی کا ایک لمحہ اور ایک سانس بھی ایسا نہیں گزرا جو اللہ کی یاد سے غافل ہو۔ صبح سے دوپہر تک، دوپہر سے شام تک اور شام سے رات تک ہر ہر لمحہ اور ہر سانس اللہ اور اللہ کی مخلوق کی خدمت میں گزارا۔۔۔ حضرت مفتی اعظم رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی مقدس زندگی اخلاص ہی اخلاص تھی۔ آئیے آپ کی کتاب زندگی کے چند صفحات ملاحظہ کریں۔۔۔

۱- آپ نے تقریباً ۶۰ سال امامت اور خطابت فرمائی مگر کسی نذرانے پر نظر نہ رکھی۔۔۔ ساٹھ سال تک فٹوے لکھے مگر ہزاروں لاکھوں فٹوزوں میں کسی ایک کا معاوضہ طلب نہیں کیا۔۔۔ ۶۰ سال تک اللہ کی مخلوق کو تعویذات وغیرہ دیئے مگر اپنی ذات کے لئے ایک پائی بھی نہ لی۔۔۔ فریب، مزیزیوں اور رشتے داروں کی خدمت کی لیکن کبھی زبان پر نہ لائے اور احسان نہ بتایا یہاں تک کہ اپنے دشمنوں اور بدخواہوں کی بھی مالی مدد کی۔ اللہ اکبر!۔۔۔ یہ سنت مصطفیٰ ﷺ ہے کہ دشمنوں کو بھی اپنے کرم سے نوازا۔۔۔ درود شریف پڑھیں۔۔۔

۲- ۱۹۴۸ء میں دہلی وقف بورڈ نے چاہا کہ آپ کی امامت اور خطابت کے نذرانے میں اضافہ کر دیا جائے کیونکہ یہ نذرانہ بہت معمولی تھا مگر آپ نے وقف بورڈ کو لکھا کہ مسجد کے فریب مؤذنوں، فراشوں، دربانوں کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا جائے کہ وہ مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہیں۔۔۔ اگر وقف بورڈ یہ اضافہ نہیں کر سکتا تو فقیر کا نذرانہ ان فریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا جائے۔۔۔ اللہ اکبر!۔۔۔ یہ ہے اخلاص!

حضرت مفتی اعظم نے تحریک پاکستان کی بڑی حمایت کی۔۔۔ قائد اعظم محمد علی جناح اور قائد ملت لیاقت علی خان دونوں آپ کا احترام کرتے تھے۔۔۔ جب پاکستان وجود میں آیا اور پاکستان کے مسلمانوں نے آپ سے پاکستان میں رہنے کے لئے درخواست کی تو آپ نے جو جواب دیا وہ شہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا:-

”دہلی کے فریب مسلمانوں کو کس پر چھوڑ کر چلا آؤں۔ آپ کو پاکستان

مبارک ہو۔ اللہ پاکستان کو محفوظ رکھے۔۔۔ "اللہ اکبر۔۔۔"

آپ نے غریب مسلمانوں کیلئے اپنی راستوں کو قربان کر دی اور کسی حال میں ان کو نہ
چھوڑا۔۔۔ ایسی ہستیاں اب ڈھونڈنے بھی نہ ملیں گی۔۔۔

ہزاروں سال نرس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے، جن میں دیدہ ور پیدا

انفرض حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پاک زندگی، اخلاص، کی آئینہ دار تھی۔۔۔

مفتی اعظم اخلاص کا ایک روشن بینا تھے۔ جس کی شعاؤں نے تاریک سینوں کو منور کر دیا اور

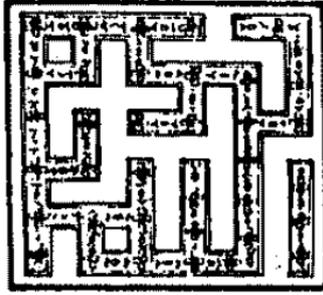
زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔۔۔ اب وہ ہم میں نہیں مگر ان کی یاد میں وہ نورانیت ہے کہ

جب یاد آتی ہے تو یہ عالم ہوتا ہے ا۔

دل نور، جگر نور، زبان نور، نظر نور

یہ کیا ہے مری خاطر ناشاد کا عالم

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(ب)

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ خَالِصًا (سورۃ زمر: ۳)

خبردار ہو جاؤ اللہ ہی کے لئے خالص عبادت ہے۔۔۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ صرف اللہ ہی کی
بادت اور پرستش کریں اور اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کریں۔ جب
نصویر اکرم ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا تو دنیا کی حالت یہ تھی
۔ کوئی آفتاب کی پرستش کر رہا تھا، کوئی ستاروں کی، کوئی درختوں کی پوجا کر رہا تھا تو کوئی بتوں
کی۔ کفر و شرک کی اس تاریک فضا میں حضور اکرم ﷺ نے اللہ کا یہ پیغام سنایا کہ نہ آفتاب
اس لائق ہے کہ اس کی پرستش کی جائے، نہ ستارے اس لائق ہیں کہ ان کی پرستش کی جائے
، نہ درخت اس لائق ہیں کہ ان کو پوجا جائے، نہ پتھر کہ بت اس لائق ہیں کہ ان کی پرستش کی
جائے۔۔۔ پرستش اور عبادت کی لائق کوئی ہستی اگر ہے تو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہستی ہے۔
توحید کے اس تصور نے عرب کے کمزور انسانوں کو اتنا طاقتور بنا دیا کہ وہ دنیا میں عظیم
سلطنتوں، تہذیبوں اور تمدنوں کے بانی بن کر ابھرے۔۔۔

توحید کے اس سبق کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے محبت
اور کامل اطاعت کا بھی حکم فرمایا چنانچہ ایک آیت میں یوں فرمایا:۔۔۔

"آپ ان سے فرمادیجئے۔ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو، اگر تم نے

میری اطاعت کی تو تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔۔۔

اسی طرح ایک اور آیت میں حضور اکرم ﷺ سے والمانہ محبت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔۔۔

”آپ فرمادیجئے اگر تم اپنے والدین، اپنے بیٹوں، اپنے بھائیوں، اپنی بیوی، اپنے رشتہ داروں، اپنے مال و دولت، اپنے مالی تجارت، اپنے محلوں اور مکانوں کو اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ عزیز رکھتے ہو تو اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔“ آیت ۳۲ (سورہ التوبہ)

اس آیت کریمہ میں صاف فرمادیا کہ اللہ اور رسول کی محبت کے آگے دنیا کی ہر چیز کو بچ سمجھا جائے اور ایسی دامنگی پیدا کی جائے کہ ان کی یاد کے سامنے ہر چیز فراموش ہو جائے۔

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

حقیقت یہ ہے کہ عبادت جب ہی قبول ہوتی ہے جب اللہ کے محبوبوں سے محبت کا حق ادا کیا جائے اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ کے محبوبوں سے محبت ہی اللہ سے محبت ہے کیونکہ یہ کسی اور کے محبوب نہیں اللہ کے محبوب ہیں۔۔۔ ابلیس کا واقعہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ابلیس فرشتوں کا استاد تھا وہ اعلیٰ درجہ کا عالم و فاضل۔۔۔ اس نے ہزاروں برس اللہ کی عبادت کی اور ہزاروں برس فرشتوں کو تعلیم دی۔۔۔ وہ فرشتوں کا معلم تھا وہ اللہ کا اطاعت شعار رہا۔۔۔ تھا لیکن جب اللہ چارک و تعالیٰ نے اس کو حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا تو اس نے انکار کیا، انکار کرتے ہی اللہ چارک و تعالیٰ نے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود کر دیا۔۔۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے دل میں انبیاء کا احترام نہیں، انبیاء کی عزت نہیں، انبیاء کی تعظیم نہیں اس کی عبادت اللہ کے نزدیک مقبول نہیں۔۔۔ عبادت جب ہی مقبول ہوتی ہے۔ جب اللہ کے محبوبوں سے محبت ہوتی ہے یہ محبت نہیں تو عبادت، عبادت نہیں۔

اولیاء اللہ انبیاء علیہ السلام کے جانشین ہیں۔ جس طرح ایمان کی تکمیل کے لئے انبیاء علیہ السلام سے محبت ضروری ہے۔ اسی طرح ایمان کی تکمیل کے لئے اولیاء اللہ سے محبت بھی ضروری ہے۔ ان کی محبت سے دل میں روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اور ایک ایسا سرور و کیف میسر آتا ہے جس کو ایمان والا ہی محسوس کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ چارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم کے شروع ہوتے ہی سورہ فاتحہ میں جہاں اپنا ذکر فرمایا وہاں اپنے محبوبوں کا بھی ذکر فرمایا ہے اور ہم کو یہ ہدایت کی کہ ہم ہمیشہ یہ دعا کریں۔

”اے اللہ تو ہم کو محبوبوں کا راستہ دکھا“

بے شک ان کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے ہم ان کے راستے پر چل کر ہی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ انہی اولیاء اللہ میں مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ جن کا وصال ماہ شعبان میں ہوا۔ وہ عالم اسلام کے بہت بڑے عالم اور سچے عاشق رسول تھے۔ یہ ان کا عشق رسول ہی تھا کہ جب وہ نماز کی امامت فرماتے تو نمازیوں کو یوں محسوس ہوتا کہ وہ اللہ کے سامنے کھڑے ہیں۔ سوڑو گداز کا وہ عالم ہوتا کہ جس کو میاں نہیں کیا جاسکتا اس میں شک نہیں عبادت اللہ ہی کے لئے ہے لیکن اس عبادت کا کوئی جواب نہیں جو ایک دلی کمال کے زیر سایہ اور اس کی امامت میں ادا کی جائے اللہ تعالیٰ ہم کو اولیاء اللہ کے دامن سے دلہہ رکھے اور حضرت مفتی اعظم علیہ رحمہ کہ روحانی اور عملی فیض سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ یارب اللہ عالمین

السلام اے نائب ختم رسل	السلام اے نائب عتقار کل
السلام اے ہادی دنیا و دین	السلام اے رہنمائے بھترین
السلام اے صاحب روشن جبین	السلام اے صاحب روئے حسین
السلام اے حضرت مند فضیلت	السلام اے صورت مر جبین
یا غریب و بے کساں را بس توئی	یا محمد مظہر اللہ شاہ ولی

(۲۰)

تَحْمَدُهُ وَتُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
 اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ
 يَعْلَمُ ۝ (علق: ۵-۳)

ترجمہ :- جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔۔۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ
 جانتا تھا۔۔۔

آج ہندوستان کے ایک جلیل القدر عالم اور عظیم القدر عارف حضرت مفتی اعظم شاہ
 محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی یاد میں عرس مبارک کی یہ محفل منعقد کی گئی ہے۔۔۔ محبوبوں کی
 محفل ذکر و فکر اس لئے سجائی جاتی ہے تاکہ ان کی یاد قائم رہے، حوصلہ ملتا رہے، علم و عمل میں
 بہار آتی رہے۔۔۔ اس دور پر آشوب میں توان کی یاد اور بھی ضروری ہے، چاروں طرف سے
 کالی گھنٹیں آ رہی ہیں، ان تاریکیوں میں انھیں کی سیرت آفتاب و ماہتاب بن کر اندھیروں
 میں اجالا کرتی ہے اور مجھے ہوؤں کو راستہ پر لگاتی ہے۔۔۔

اللہ کے محبوبوں کا ذکر کرنا سنت الہی ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے
 انبیاء کا ذکر فرمایا ہے۔۔۔ مثلاً: حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت
 یونس علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل
 علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کے ذکر پاک سے پورا قرآن کریم

۱۱۷

گوںج رہا ہے۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے محبوبوں کے ذکر سے ایمان میں حرارت پیدا ہوتی
 ہے اور دل مضبوط ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور
 اکرم ﷺ سے فرمایا:-

وَكَلَّمَ نَفْسُ هَلِيكَ مِنْ اَنْبِاءِ الرُّسُلِ مَا نَقَبْتَ بِهِ فُوَاذِلَهٗ
 (صود: ۱۲۰)

ترجمہ :- اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سنائیں ہیں۔ جس
 سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔۔۔

اصل میں یہ آیت ہمارے لئے موعظت و نصیحت ہے جس میں اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ
 اللہ کے محبوبوں کا ذکر ہوتا رہے تاکہ دلوں کو حوصلہ ملتا رہے۔
 حضرت جہنم بخداوی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:-
 ”مگر انبیاء اور اہل اللہ کے ذکر اذکار اللہ کے لفظوں میں سے ایک عظیم
 لفظ ہے۔“

اس لئے ہم کو سنت الہی پر عمل کرتے ہوئے ایسی محفلیں قائم کرنی چاہئیں جن میں حضور
 اکرم ﷺ اور آپ کے غلاموں کا ذکر کیا جائے۔۔۔ عرس کی محفل بھی ایسی ہی محفلوں میں
 ایک عظیم محفل ہے۔۔۔

جو آیات کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی گئیں یہ سورۃ علق کی چوتھی اور پانچویں آیتیں
 ہیں۔۔۔ اس میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے اس عظیم احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے قلم
 کے ذریعہ انسان کو ان علوم و فنون سے آشنا کیا۔ جو وہ نہ جانتا تھا۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کی
 تشریف آوری سے پہلے جزیرہ عرب میں جہالت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی، لکھنے پڑھنے کا عام
 رواج نہ تھا اور حد تو یہ ہے کہ لکھنے ہوئے لوگ شرماتے تھے۔ اسی لئے وہ تہذیب و تمدن کے
 لحاظ سے پیچھے رہ گئے تھے اور اتنے بے خبر ہو گئے تھے کہ کوئی بچوں کو سجدہ کرتا تھا، کوئی

درختوں کو سجدہ کرتا تھا اور کوئی ستاروں کو سجدہ کرتا تھا۔۔۔ وہ دنیا سے بھی بے خبر تھے اور خود اپنے وجود سے بھی بے خبر تھے، ان کو نہیں معلوم تھا کہ ان کے اندر ایک عظیم قوت خوابیدہ ہے۔ ہر حال ایسے تاریک ماحول میں انسان کے ذہن پیاسے تھے اور اس کی روح تشنگ تھی۔۔۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ جب کسی چیز کی انسان کو ضرورت ہوتی ہے تو وہ اپنے فضل و کرم سے مہیا فرمایا ہے۔۔۔ جب انسان پیاس سے ترپے لگتا ہے تو اچانک آسمان سے بارش ہونے لگتی ہے، مظلوم گڑگڑا کر دعائیں مانگتا ہے تو اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور اللہ کی رحمت برسنے لگتی ہے۔۔۔ عرصت نبوی سے پہلے انسان ہدایت کے لئے بے چین تھا اور حضور اکرم ﷺ غار حرا میں اللہ کے پیغام کا اظہار فرما رہے تھے کہ ایک رات اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور فرمایا:۔

”اقْرَأْ“ یعنی پڑھیے، آپ نے فرمایا ”میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔۔۔“ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہی فرمایا اور آپ نے یہی جواب دیا۔۔۔ پھر تیسری بار حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا:۔

﴿اقْرَأْ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ (طین: ۱)

پڑھیے اپنے رب کے نام سے۔۔۔

تو آپ نے پڑھنا شروع کیا۔۔۔

اس واقعہ سے اشارہ ملتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو اللہ کے نام سے شروع کیا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے قرآن جب پڑھا جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پروردگار عالم کا نام لیا۔۔۔ سبحان اللہ!

قرآن کریم کی شان یہ ہے کہ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے علوم ماکان و مایکون بھر دیئے ہیں اور یہ سارے کے سارے علوم سینہ مصطفیٰ ﷺ میں ساگئے۔۔۔ احادیث شریفہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صدیوں بعد ہونے والے واقعات کی پہلے ہی پیش

گوئی فرمادی اور ایک ایک کر کے ہر بات ہم کو بنا دی۔۔۔ حدیث شریفہ میں آتا ہے۔۔۔ کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں صحابہ کرام کو قیامت تک ہونے والے واقعات ایک ایک کر کے بنا دیئے، جس کو یاد رہا اور ہا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری اور قرآن کریم کے نزول سے انسان کو وہ سرفرازی ملی جو اس سے پہلے نہیں ملی تھی۔۔۔ چنانچہ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ (الانسان: ۴)

”بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا۔۔۔“

یعنی مخلوقات میں سب سے زیادہ حسین و فرخسورت انسان کو بنایا۔۔۔ پھر دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (رطین: ۳-۴)

ترجمہ:- ”ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو یوں لانا سکھایا۔۔۔“

یعنی ایسی قوت گویائی عطا فرمائی جو کسی جاندار کو عطا نہیں کی گئی یہ انسان اور صرف انسان کو عطا کی گئی ہے۔۔۔

پھر تیسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (طین: ۴-۵)

ترجمہ:- جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا

تھا۔۔۔

یعنی کائنات کی مخلوق میں یہ فضیلت بھی صرف انسان کو حاصل ہے کہ وہ لکھتا بھی ہے اور پڑھتا بھی ہے۔۔۔

پھر چوتھی جگہ قلم کی عظمت کو اس طرح بیان فرمایا:۔

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ (قلم: ۱)

”قلم کی قسم اور جو کچھ لکھنے والوں نے لکھا اس کی قسم۔۔۔“

ان آیات کی روشنی میں علم کی فضیلت، تحریر کی جلالت اور انسان کی عظمت کا پتہ چلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی ساری مخلوق میں انسان سب سے حسین ہے،۔۔۔ تقریر بھی خوب کرتا ہے اور لکھتا بھی خوب ہے۔۔۔ اس خوبی میں کوئی اس کی نظیر نہیں۔۔۔ اسلام میں علم کو بڑی فضیلت اور اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

”علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔۔۔۔“

پھر ایک دوسری حدیث شریف میں فرمایا:۔

”مہد سے لہد تک علم حاصل کرو۔۔۔۔۔“

یعنی جب تم اس دنیا میں سانس لیتا شروع کرو، اسی لمحے علم حاصل کرنا شروع کر دو اور اس وقت تک علم حاصل کرتے رہو جب تک تمہارا تار نفس ٹوٹ نہ جائے۔۔۔ اسلام نے جو علم کو وقار دیا اس نے دنیا کو ایک نئی زندگی دی اور اس پر ایک نیا کھار کیا۔۔۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے۔

”نزول قرآن کے بعد دیا میں علوم و فنون کی بہار آگئی۔۔۔۔“

غور فرمائیں وہی کا آغاز لفظ ”آقرا“ سے ہوا پھر حضور اکرم ﷺ نے خود پڑھا اور ایسا پڑھا یا کہ سب پڑھنے لگے۔۔۔ کتب و مدرسے قائم ہوئے اور اسلام کے طفیل سارے عالم میں علم کا نور پھیل گیا۔۔۔۔

آج جس ہستی کی یاد منائی جا رہی ہے۔ یعنی شیخ الاسلام الحاج مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ۔۔۔ آپ بہت بڑے عالم، ولی کامل اور عاشق رسول تھے۔۔۔ جن کا کوئی عمل سنت کے خلاف نہیں تھا۔۔۔ جنہوں نے سنت کے چراغ روشن کئے، جن کے دست حق پرست پر ہزاروں ہندو اور عیسائی مشرف باسلام ہوئے۔۔۔ جن کو دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا، ان کے تصور سے بھی ایمان تازہ ہو جاتے ہیں۔۔۔۔

اگر ہم ان آیات کی روشنی میں مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی مقدس زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ ان کی زندگی ان آیات کریمہ کی تفسیر ہے۔۔۔ آپ لوح و قلم کے امین تھے۔۔۔ آپ نے ستر برس تک فتوے لکھ کر دین و ملت کی خدمت کی۔۔۔ ستر برس تک خطوط لکھ کر علم و عرفان کے دریا بہائے۔۔۔ ستر برس تک محض رضائے الہی کے لئے نقوش لکھ کر اللہ کی مخلوق کی خدمت کی۔۔۔ آپ نے لاکھوں فتوے لکھے۔۔۔ آپ نے لاکھوں خطوط لکھے،۔۔۔ آپ نے بہت سے رسالے لکھے۔۔۔ آپ کے علمی آثار آپ کی یادگار ہیں۔۔۔ آپ نے نہ قلم سے دنیا کمائی اور نہ علم سے دنیا کمائی۔۔۔ آپ کا یہ وہ امتیاز ہے جس کی نظیر دور جدید میں نہیں ملتی،۔۔۔ آپ کا ہر عمل محض اللہ کی خوشنودی کے لئے تھا۔۔۔ اس لئے آپ کی زبان و قلم سے اسرار و معارف کے دریا بہتے تھے۔۔۔۔

آپ کی مقدس زندگی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ نے زندگی میں بائیس بہت کم کی ہیں اور لکھا بہت ہے۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کی زندگی عوام و خواص سب کے لئے ایک مثال ہے، ایک سبق ہے۔۔۔ ایک ایسی زندگی جس کے شب و روز دین کی خدمت میں گزر گئے۔۔۔ ایسی زندگی جو عشق رسول ﷺ سے عبارت ہے۔۔۔۔

آج سب بیدار ہیں، آج سب ذوق و شوق سے اللہ کے ایک محبوب کا ذکر سن رہے ہیں۔۔۔ جو عالم عمل تھے، اللہ کے جلیل القدر ولی تھے، جنہوں نے اپنی زبان و قلم سے زندگی بھر تہذیب و ملت کی خدمت کی، دلوں کو روشن کیا، روحوں کو بیدار کیا۔۔۔ بھول محترم پروفیسر فیاض احمد خان کاوش

قلب دوراں تھے مظہر اللہ شاہ نور ایمان تھے مظہر اللہ شاہ
گل شریعت کے جس میں کھلتے تھے وہ گلستان تھے مظہر اللہ شاہ
روح بزم زیت تھی ان سے شیخ فیاض تھے مظہر اللہ شاہ
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

(۲۱)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد قال النبی ﷺ

الانسان اخ الانسان

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

”انسان انسان کا بھائی ہے۔“

آپ ﷺ نے عالم انسانیت کو عالمی اخوت کا پیغام دیا اور قبائلی رقابتوں اور نسلی تعصبات کے اندھیروں میں یہ بتایا کہ انسان، انسان کا دشمن نہیں بلکہ بھائی ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ ”ساری کی ساری مخلوق اللہ کا کتبہ ہے۔“ اس تصور نے انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا اور ایک دوسرے سے پیار سکھایا۔ ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ”بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کا خدمت گزار ہو اور ان کی بھلائی میں لگا رہے۔“ آپ نے خود اس پر عمل کر کے دکھایا چنانچہ ایک کافر بوڑھی عورت کا سامان اپنے کندھے پر اٹھا کر دوسری جگہ پہنچایا اور دوسری کافر بوڑھی عورت کے گھر جا کر اس کی عیادت فرمائی۔ آپ کے حسن خلق کو دیکھ کر یہ دونوں عورتیں مسلمان ہو گئیں۔۔۔ ۱۰ھ / ۶۳۲ء میں حضور اکرم ﷺ نے آخری جملہ ارشاد فرمایا (۱۱ھ / ۶۳۲ء میں آپ نے پردہ فرمایا) اس خطبہ سے اندازہ ہوتا ہے آپ کی نظر میں انسانی عظمت کا کیسا دل پذیر تصور تھا۔۔۔ آپ نے فرمایا:

لے لوگو! تمہارا رب ایک، رسول ایک، دین ایک، تمہارا باپ ایک۔۔۔ کسی عربی کو گجی پر اور گجی کو عربی پر فضیلت نہیں اور نہ ہی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر فضیلت ہے۔۔۔ فضیلت کا معیار صرف پرہیزگاری ہے۔

۱۲۳

پھر آپ نے قرآن کے الفاظ میں یوں فرمایا:-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا

بَاءً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ

(سورہ الحجرات آیت ۱۳)

ترجمہ:- اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک مرد، ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو قبیلہ قبیلہ اور خاندان صرف اس لئے بنادیا کہ تم آپس میں پہچان رکھو۔۔۔ بلکہ اللہ کے نزدیک سب سے عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔۔۔

انسانی رشتے سے تو سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں مگر دینی رشتے سے بھی بھائی ہیں اور یہ رشتہ سب رشتوں سے قوی ہے۔۔۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”سب مسلمان آپ میں بھائی بھائی ہیں“

اور اسلام ایک دوسرے سے بیعت ہیں جیسے پختہ دیوار کی اینٹیں ایک دوسرے سے بیست ہوتی ہیں۔

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا: ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے“

یعنی وہ نہ اپنی زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائے اور نہ اپنے ہاتھ سے۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے لئے حضور انور ﷺ کو نمونہ بنایا اور آپ سے باہر فرمایا:

لَا تَقْفُوْا اَصْفَحُوْا ۚ ----- تو تم (بد خواہوں اور دشمنوں) کو چھوڑ دو اور درگزر کرو۔

سَلِّمُوا الْعَفْوَ وَامْنُوا بِالْعُرْضِ ۚ ----- اے محبوب! معاف کرنا اپنی عادت، مالو اور بھلائی

کا حکم دو۔

----- لوگوں سے اچھی بات کہو۔

اللہ نے حضور انور ﷺ کی تربیت فرمائی اور آپ نے سب انسان کی تربیت فرمائی۔۔۔ آپ نے انسان کا احترام کیا اور انسانوں کی بات کی۔ آپ کی باتیں سن سن کر انسان حیران ہوتا ہے،

آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔
 --- جس نے کسی زیر معاہدہ غیر مسلم کو قتل کیا، جنت کی خوشیوں سے سوتکے گا۔
 --- جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔
 --- تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو گا جب تک کہ لوگوں کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔
 --- لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو تاکہ تم مسلمان ہو جاؤ۔
 --- آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور سب مل کر خدا کے بندے ہو جاؤ اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

اچھی نصیحتیں اور اچھی اچھی باتیں تو سب کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے جو کچھ کہا گیا، کر کے بھی دکھایا گیا؟۔۔۔ سب دلتے ہوئے نظر آتے ہیں کرتے ہوئے بہت کم نظر آتے ہیں۔۔۔ مگر حضور انور ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس پر عمل کر کے دکھایا۔۔۔ آپ عمل میں سب انسانوں پر سبت لے گئے۔۔۔ آپ کی مبارک زندگی کا یہ پہلو بڑا ہی روشن اور تابناک ہے۔۔۔ جب انسان حضور انور ﷺ کی معاشرتی زندگی اور عملی دنیا دیکھتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے، آپ نے اس شان کی رواداری کا مظاہرہ فرمایا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔۔۔ افسوس ہم حضور ﷺ کے راستے سے بہت دور چلے گئے۔۔۔۔۔

حضور اکرم ﷺ نے اسلامی اخوت کو قائم کرنے کے لئے ایثار و قربانی کا درس دیا۔۔۔ حضور انور ﷺ کے عہد مبارک میں قبائلی جنگیں عام تھیں۔۔۔ آپ نے قدم بڑھایا اور سب سے پہلے آپ نے ان قاتلوں کو معاف کیا جنہوں نے آپ کے خاندان کے لوگوں کو قتل کیا تھا۔۔۔ پھر سب نے اپنے اپنے قاتلوں کو معاف کر دیا۔۔۔ اس طرح بدلہ لینے کا یہ خوبی سلسلہ جو صدیوں سے چلا آ رہا تھا چاک ختم ہو گیا اور آپ نے جانی دشمنوں کو بھائی بھائی بنا دیا یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے۔۔۔

قرآن کریم نے اس معجزے کا یوں ذکر فرمایا :-

وَأذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
 فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (سورہ آل عمران : ۱۰۳)

ترجمہ :- اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں ہر تھا، اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔

یعنی تم آپس میں ایک دوسرے کا خون بہا کر تباہ ہو رہے تھے اللہ نے رحمت عالم ﷺ کو بھیجا اور آپ نے سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔

حضور اکرم ﷺ نے اسلامی اخوت قائم کرنے کے لئے عدل قائم کیا اور ہر قسم کے تعصب کی بجائے کئی فرمائی کیونکہ یہ تعصبات ہی ہیں جو عدل قائم کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

حضور انور ﷺ نے عدل سے بڑھ کر احسان پر عمل فرمایا۔ عدل یہ ہے کہ حق دار کو اس کا حق دے دیا جائے اور احسان یہ ہے کہ حق سے زیادہ دیا جائے بلکہ اپنا حق بھی دے دیا جائے۔۔۔ حضور انور ﷺ نے خوب دیا ہر ماں تک کہ اپنے لئے کچھ نہ رکھا، سب کچھ لٹا دیا۔
 سبحان اللہ۔

ظاہر میں غریب الغریب پھر بھی یہ عالم
 شاہوں سے سوا سلطوت سلطان مدینہ

اس میں شک نہیں ہمارے تمام مسائل کا حل عدل قائم کرنے میں ہے۔۔۔ اگر ہمارے دماغ عدل سے روشن ہو جائیں اور ہمارے دل عشق مصطفیٰ ﷺ سے منور ہو جائیں تو ہر طرف اجالائی اجالا ہو جائے گا۔۔۔

اس دور کی عظمت میں ہر قلب پریشانی کو
 وہ دلخ صحبت دے جو چاند کو شرمادے
 آمین۔۔۔ اللہ آمین

(۲۲)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(الف)

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ
الْأُمُورِ ۝ ۴۳ (سورۃ شوریٰ: ۴۳)

ترجمہ :- اور جو صبر کرے اور گناہوں کو معاف کر دیا تو یہ بڑی امت کی بات ہے۔۔۔

اس میں شک نہیں کہ مصیبتوں کے وقت اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا اور صبر کرنا کوئی آسان کام نہیں۔۔۔ اہل دنیا پر جب مصیبت آتی ہے تو وہ گھبرا جاتے ہیں اور اس گھبراہٹ کے عالم میں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اگر وہ صبر کرتے تو ان کے لئے مصیبت سستا آسان ہوتا۔۔۔ انبیاء عظیم السلام اور اولیاء کرام کی سیرتوں کا مطالعہ کریں تو ہمیں ان کی زندگی کا یہ باب نہایت روشن نظر آتا ہے۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام یہ کتنی مصیبتیں آئیں لیکن ان حضرات عالیہ نے حیرت انگیز حوصلے کے ساتھ مصیبتوں کو برداشت کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے وہ مصیبتیں دور فرمادیں اور ان کو اپنے انعامات سے سرفراز فرمایا۔۔۔ خود ہمارے آقا و مولیٰ جناب رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ میں کیسے کیسے کٹھن مر طلعے آئے لیکن آپ نے حیرت انگیز ہند ہمتی سے ان کو برداشت کیا اور اپنی امت کو یہ سبق دیا کہ جب

۱۲۷

کبھی زندگی میں کوئی مصیبت آئے تو انسان کو گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ مولیٰ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو اور قوی کر لینا چاہئے۔۔۔ مولیٰ تعالیٰ کی معیت سے سارے دکھ درد دور ہو جاتے ہیں۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو جب جہا گھیر نے قلعہ گوپال میں قید کیا تو آپ نے اپنے معظرب و بے قرار اہل خانہ اور مریدوں کو یہ وصیحت فرمائی کہ اس مصیبت کے وقت گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی یاد کو دل میں بسالینا چاہئے اور ہر وقت اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔۔۔ صاحب مرس حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا یہ باب نہایت ہی تامناک ہے۔ آپ کی پوری زندگی مصائب و آلام سے عمارت ہے لیکن آپ نے کٹھن سے کٹھن گھڑی میں بھی اپنے درد و غم کو کسی سے بیان نہ فرمایا۔۔۔ سن ۱۳۹ میں جب آپ کے صاحبزادے عالم نوجواں مولانا منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ پر شدید عداوت کے بعد نزع کا عالم طاری ہوا اور حیدرآباد سے وطنی حضرت کو اطلاع دی گئی تو آپ نے اضطراب کے عالم میں یہی فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ مولیٰ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں۔۔۔ اسی طرح حضرت کے دوسرے صاحبزادے عالم نوجواں مولانا منور احمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا غسل کے بعد جب ان کی میت کفنا کر رکھی گئی تو ان کے حسن و کھار کا عالم قابل دید تھا۔۔۔ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سرہانے کھڑے ان کے تاب ناک چہرے کو دیکھ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے مولیٰ تعالیٰ تیرا بندہ معظرب و بے قرار نہیں وہ تیری رضا پر راضی ہے۔۔۔

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بیسیوں ایسے واقعات ہیں جن سے آپ کے بے پناہ صبر و استقامت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی حیات طیبہ قرآن کریم کی عملی تفسیر تھی۔۔۔ اقبال کا یہ شعر آپ پر صادق آتا ہے۔۔۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

جو آپ کریمہ خلاوت کی مگی اس میں صبر کے ساتھ ساتھ یہ فرمایا گیا ہے۔ اور جس نے (اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو) معاف کر دیا تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔۔۔ یعنی صبر کرنے والوں اور دشمنوں کو معاف کرنے والوں کو یہ انعام عطا فرمایا کہ ان کو اپنے بددلوں میں اولوالعزم قرار دیا۔۔۔ انبیاء علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ان کی زندگی کا یہ باب بھی روشن نظر آتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر ان کے بھائیوں نے کیسے کیسے ظلم ڈھائے لیکن جب بالآخر سارے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے حضور نادم و شرم سار حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔۔۔

لَا تَقْنِبْ عَلَيْنَا يَوْمَ

یعنی: آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔۔۔

آپ نے اپنے بھائیوں کو نہ صرف معاف کیا بلکہ انعام و اکرام سے بھی نوازا۔۔۔ بے شک دشمن کو معاف کرنا ہمت کی بات ہے لیکن اسی دشمن کو انعام و اکرام سے نوازا بہت ہی ہمت کی بات ہے۔۔۔ حضور اکرم ﷺ فتح مکہ کے وقت جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سامنے سب جانی دشمن موجود تھے جنہوں نے آپ کو طرح طرح کی ایذا نیاں دیں آپ کی جان کے درپے ہوئے اور وطن چھوڑنے پر مجبور کیا اور اپنی تکلیفیں پہنچائیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جتنی تکلیفیں مجھے پہنچائی گئیں کسی انسان کو اتنی تکلیفیں نہیں پہنچائی گئیں۔۔۔

ایسے دشمن آپ کی خدمت میں حاضر تھے، لرز رہے تھے، شاید اس لئے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح فارغ بادشاہ مفتوح قوم کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح ان کو بھی قتل کروادیا جائے گا لیکن نہیں شانِ رحمت تو ملاحظہ فرمائیں آپ نے اس موقع پر وہی کلمات ادا فرمائے جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کرتے ہوئے فرمائے

تھے۔۔۔ آپ نے فرمایا ”تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔“

یہی نہیں بلکہ یہ انعام فرمایا کہ جن کفار و مشرکین نے مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا۔ آپ نے وہ مکان انہی کے پاس رہنے دیئے۔۔۔ آپ کی اس وسعت قلبی اور دریادگی نے ایسا اثر کیا کہ رفتہ رفتہ سب مسلمان ہو گئے۔۔۔۔

اولیاء اللہ میں حضرت مجدد الثانی رحمۃ اللہ علیہ کو پیسے کے عرض کیا گیا جمائگیر نے گوالیار کے قلعہ میں قید کیا لیکن آپ نے اپنے خلفا کو لکھا کہ

”یہ قید اللہ کی طرف سے آئی ہے اس لئے ہم کو محبوب ہے اور یہ قید

جمائگیر نے ہم تک پہنچائی ہے اس لئے جمائگیر بھی محبوب ہے۔۔۔ خیر دار

اس کو کچھ نہ کہنا اور اس کے خلاف بغاوت نہ کرنا۔۔۔“

سبحان اللہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دشمن کو کیسے معاف کیا اور کس طرح گلے لگایا۔۔۔

صاحب عرس مفتی اعظم شاہ محمد منظر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں عتودر گزر کا باب نہایت ہی روشن ہے۔ آپ نے ہمیشہ اپنے دشمنوں اور بدخواہوں کو معاف کیا اور نہ صرف معاف کیا بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے رہے جس کی کان دکان خیر تک نہ ہوئی۔ سن 47 میں ایک مرتبہ ایک سٹھ نے آپ کو شہید کرنے کے لئے تلوار نکالنا چاہی مگر وہ آپ کو شہید نہ کر سکا آپ نے اس کو معاف کر دیا۔ سن ۷۷ کے شہادت کے زمانے میں ایک ہندو سرکاری افسر نے آپ کے مکان پر قبضہ کر لیا جب حکومت کے علم میں یہ بات آئی تو گرفتار کر کے آپ کے سامنے پیش کیا لیکن آپ نے اس کو معاف کر دیا۔۔۔ انقضیٰ آپ کی زندگی قرآن کریم کی اس آیت کی جیتی جاگتی تفسیر تھی۔۔۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَحَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لِمِنْ الْأَمْوَالِ ۝ (سورہ شوریٰ: ۴۳)

حقیقت یہ ہے کہ اس پر آشوب دور میں جب کہ بھائی بھائی کے خون کا پیا ساما ہوا ہے

اس آیت پر عمل کیا جائے اور انبیاءِ عظیم السلام اور اولیاءِ کرام کے نمونوں کو سامنے رکھا جائے تو ہو نہیں سکتا کہ دشمنیاں دوستیوں میں بدل جائیں اور آخرت و محبت کا وہ ساساٹے آجائے جو اسلام کا مقصود ہے۔

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمان
اخوت کی جمائگیری محبت کی فراوانی
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



تَحْمَدُهُ وَتُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(ب)

وَلِمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ
الْأُمُورِ (شوری: ۴۳)

ترجمہ :- اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے
اس میں شک نہیں دشمنوں اور بد خواہوں کی ایذا رسانی پر صبر کرنا اور بدلہ لینے کی طاقت
رکھتے ہوئے دشمن کو معاف کر دینا بڑی ہمت کی بات ہے۔۔۔ قرآن کریم میں ہم کو یہی درس
دیا گیا ہے کہ ہم بدی کا مقابلہ نیکی سے کریں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔۔۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا
الَّذِي يَبْتُلِيكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (فصلت: ۳۴)

ترجمہ : نیکی اور بدی ایک جیسی نہیں۔۔۔ اے نبیؐ سننے والے! ابرائی کو بھلائی سے دور
کر (اگر تو نے ایسا کیا) تو وہ کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی تھی ایسا
ہو جائے گا جیسا جگری دوست۔۔۔۔

نیکی کا بدلہ بدی سے دینا درندے کی صفت ہے۔۔۔ اور نیکی کا بدلہ نیکی سے دینا جواں کی
صفحت ہے۔۔۔ لیکن بدی کا بدلہ نیکی سے دینا الواعزم انسانوں کی شان ہے۔۔۔ حضور
اکرم ﷺ نے اپنے قول و عمل سے ہمیں بتایا کہ انسانیت کیا ہے۔۔۔ جب آپ تشریف لائے تو
انسان کو انسانیت کا علم نہ تھا۔۔۔ آپ نے انسان کو انسانیت سے آشنا فرمایا۔۔۔ آپ نے
دشمنوں کو نہ صرف معاف کیا بلکہ ان کو اپنے کرم سے خوب نوازا۔۔۔ بازار طائف، ہجرت
مدینہ منورہ اور فتح مکہ کے عظیم واقعات ہمارے سامنے ہیں۔۔۔ حضور اکرم ﷺ نے صبر اور

غفور مگر سے دشمنوں کے دل جیت لئے، جان لینے والوں کو اپنا چاٹنا مانا۔۔۔ اور انہوں نے اپنی عزت و آبرو اور جان و مال سب کچھ آپ پر قربان کر دیا۔۔۔ دنیا کی تاریخ میں ایسا انقلاب نظر نہیں آتا کہ کسی کی جان لینے والے اس پر جان بھادور کرنے لگے ہوں۔۔۔ حضور اکرم ﷺ نے ہم کو صبر اور درگزر کا درس دیا آپ کا ایک ایک ارشاد جان سے لگائے اور دل میں رکھنے کے قابل ہے۔۔۔

آپ نے فرمایا :-

ان الله رفيق يحب الرفق يعطي على الرفق مالا يعطي العنف
العنف --- (مسلم شریف، حوالہ مکتوبات ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۹۸)
ترجمہ :- اللہ تعالیٰ لطف و کرم کرنے والا ہے، نرمی کو پسند فرماتا ہے۔۔۔ اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو سختی پر عطا نہیں فرماتا۔۔۔
آپ نے فرمایا :-

ان الرفق لا يكون في شيء الا زانه ولا ينزع من شيء الا شانه ---
(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۹۸)
ترجمہ :- جس چیز میں نرمی ہوتی ہے وہ اس چیز کو خوبصورت و حسین بنا دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال لی جائے تو اس کو بد صورت و عجیب بنا دیتی ہے۔۔۔
آپ نے فرمایا :-

من يحرم الرفق يحرم الخير --- (حوالہ مذکور)
ترجمہ :- جو لطف و نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ نیکی سے محروم کر دیا گیا۔
آپ نے فرمایا :-

ان الغضب يفسد الايمان كما يفسد الصبر العسل ---
(بہیقی شریف، حوالہ مذکور)
ترجمہ :- غصہ ایمان کو اس طرح کھا ڈیتا ہے جس طرح ایلا شہد کو کھا ڈیتا ہے۔۔۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پروردگار عالم سے عرض کیا۔۔۔ ”تیرا سب سے پیارا بندہ کون ہے؟“۔۔۔
فرمایا :-

”من اذا قدر غفر ---“ (بہیقی شریف، حوالہ مذکور)
”وہ جو قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دے۔۔۔“

ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا۔۔۔ ”مجھے صحت فرمائیے۔۔۔“
آپ نے فرمایا :-

لا تغضب ---

غصہ مت کرو۔۔۔

اس نے بار بار یہی عرض کیا تو یہی فرمایا :-

لا تغضب --- (بخاری شریف، حوالہ مذکور)

غصہ مت کرو۔۔۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ مختصر ترین الفاظ میں کچھ صحت کی جائے۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے جواب میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا :-

من الشمس رضی الله بسخط الناس كفاه الله مؤنة الناس ومن الشمس رضی الناس بسخط الله وكله الله الى الناس ---

(رواہ الترمذی، حوالہ مذکور)

ترجمہ :- جو مہدوں کی بنا دھکی کی پرواہ کئے بغیر اللہ کی رضا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بدو کی سرکشی سے محفوظ رکھتا ہے۔۔۔ اور جو اللہ کی رضا کی پرواہ کئے بغیر مہدوں کی رضا چاہتا ہے۔۔۔ تو اس کو مہدوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔۔۔

(یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ شریف سے ماخوذ ہیں)

حضرات اہل اللہ نے قرآن کریم اور حضور اکرم ﷺ کے ان ارشادات کو سامنے رکھا اور انہیں پر عمل کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کو وہ روشنی عطا فرمائی جس سے ان کے دین و دنیا روشن ہو گئے۔۔۔

صاحب عرس حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی شان تھی۔۔۔ انہوں نے ہمیشہ قرآن و سنت پر عمل کیا اپنے اور بیگانوں کی زیادتیوں اور بے ادبیوں کو معاف فرمادیا، ہمیشہ عنود و گزر سے کام لیا۔۔۔ زندگی میں اپنی جان کے لئے کسی سے بدلہ نہ لیا۔۔۔ یہ وہ سنت ہے جس پر اولوالعزم اہل اللہ ہی عمل کر سکتے ہیں۔۔۔ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی زندگی ایسے بہت سے واقعات سے معمور ہے۔۔۔ ۱۹۳۷ء کے فسادات کے زمانے میں ایک سکھ نے آپ کو شہید کرنے کے لئے تلوار سے وار کرنا چاہا، وہ وار کرنے سے پہلے گرفتار کر لیا گیا، آپ کے سامنے پیش کیا گیا اور حکومت وقت نے آپ کو اختیار دیا کہ اس دشمن جان کے لئے جو سزا چاہیں تجویز کریں۔۔۔ مگر آپ نے فرمایا:-

”میں نے اس کو معاف کیا۔۔۔“

پہلے۔۔۔ ”جس نے مہر کیا اور معاف کر دیا تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔۔۔“ مدینہ منورہ ہجرت کرتے ہوئے حضور انور ﷺ نے دشمن جان سراقہ بن جحشم کو معاف کیا تھا، حضرت مفتی اعظم نے اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے عزیمت کے چراغ روشن کئے۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ محبت اور عنود گزرا انسان کو ایک نقطہ پر جمع کرتے ہیں۔۔۔ اور نفرت و عداوت سے انسان بھرتے چلے جاتے ہیں۔۔۔ محبت ایک عظیم قوت ہے۔۔۔ جو دلوں کو ملاتی اور قوموں کو ماتی ہے۔۔۔ علامہ اقبال نے اسی محبت کے لئے دعا کی تھی۔۔۔

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشان کو

وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرمادے

آمین

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

(۲۳)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ

رِزْقَهَا-

(سورہ صود: ۶)

ترجمہ: اور زمین پر کوئی چلنے والا ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہمارے رزق کا گنیل اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔۔۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم رزق حاصل کرنے کے لئے کوشش نہ کریں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔۔۔

”انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے۔۔۔“

بظاہر یہ دونوں آیتیں ایک دوسرے کی ضد معلوم ہوتی ہیں اس لئے کہ ایک آیت میں فرمایا کہ ہم تمہارے رزق کے ذمے دار ہیں اور دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ جب تک تم کوشش نہ کرو گے تم کو رزق نہیں ملے گا۔۔۔ لیکن ذرا غور و فکر کیا جائے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔۔۔ میں دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔۔۔

۱- ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کسان محنت و جان نثانی کرتا ہے کھیت میں مل چلاتا ہے، بیج بوتا ہے، پانی دیتا ہے۔۔۔ اس کی محنت یہاں ختم ہو جاتی ہے اور اب وہ اللہ کے فضل کا انتظار کرتا ہے اس لئے کہ رزق فراہم کرنا اس کے بس میں نہیں ہے۔ رزق کے لئے جو کوشش اس کے بس میں تھی وہ اس نے کر لی۔۔۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتا چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

تم میں تو اتنی طاقت نہیں کہ تم زمین میں سے
ایک چھوٹا سا پودا بھی اگا سکو۔۔۔

۲۔ ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں۔ ایک دکاندار دکان میں مال بھرتا ہے، دکان سجاتا ہے اور
اللہ کے فضل کے انتظار میں بیٹھ جاتا ہے۔ جہاں تک اس کو کوشش کرنی تھی کر لی۔۔۔
خریدار کے دل کو موڑنا اس کے بس میں نہیں، وہ اللہ کے اختیار میں ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ
خریدار کے دل موڑتا ہے اور اس طرح اس دکاندار کو رزق فراہم کرتا ہے۔۔۔

ان مثالوں سے دونوں آیتوں میں مطابقت پیدا ہو گئی یعنی یہ بھی صحیح ہے کہ جب تک
انسان کوشش نہیں کرتا اس کو رزق نہیں ملتا اور یہ بھی سچ ہے کہ رزق اللہ اور صرف اللہ
پہنچاتا ہے۔۔۔ انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ اپنی لئے خود رزق فراہم کر سکے۔۔۔

یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بغیر کوشش کے انسان کو رزق دینے پر قادر نہیں،
نہیں نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔۔۔ قرآن کریم میں اور تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں
اللہ تعالیٰ نے بغیر کوشش کے رزق مہیا فرمایا ہے لیکن یہ شان الہی ہے۔۔۔

اور عادت الہی یہ ہے کہ وہ کوشش کے بغیر رزق نہیں دیتا۔۔۔ اسی لئے بزرگوں نے بغیر
کوشش کے رزق حاصل کرنے سے منع فرمایا ہے اور مانگ کر یا قرض لے کر کھانے کی سخت
ممانعت کی ہے چنانچہ حضرت بابا فرید شکر گنج علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔۔۔

”فقیر مر جاتا ہے کسی سے قرض نہیں لیتا“

اور حضرت سید و ارث علی شاہ فرماتے ہیں۔

”مر جاؤ مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔“

اللہ تعالیٰ ہم کو رزق حلال کے لئے قوت و ہمت عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے ہم

سب کو نوازے۔ آمین

